حیازۃ الانباءِ فی جنازۃ الانبیاءِ علیہم السلام

عنایت اللہ اثری

تحفہ از
جناب علامہ مضطر عباسی

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اللہ پاک اور اس کے فرشتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات بیان کرتے ہیں اور اسے نقص سے پاک صاف بیان کرتے ہیں سو اے مسلمانو تم بھی اس حبیب رب تعالیٰ کے کمالات بیان کیا کرو اور اسے عیوب و نقائص سے پاک صاف بیان کیا کرو

حیاۃ الانباء

(فی)

جنازۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

خاکسار عنایت اللہ اثری دار الحدیث خطیب
جامع اہلحدیث اندرون شاہدولہ گیٹ گجرات

(شائع کردہ)

شیخ غلام رسول صاحب پال مالک پاک سٹور مسلم بازار گجرات

ملنے کا پتہ:۔ جامع اہلحدیث جناح سٹریٹ۔ گجرات

جنوری سنہ ۶۹ء — ۴ عہ — ذی قعدہ سنہ ۸۸ھ

تعارف

اس میں اہل تسنن اور اہل تشیع کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا تھا۔ اور گذشتہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ بھی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اسی طرح۔ تغسیل و تکفین و تدفین ہر سہ امور بھی ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور مسلمانوں میں ان امور کا سلسلہ قیامت تک ممتد ہے۔ (اثری)

فہرست کتب

حصول تیسیر البیان (علی) اصول تفسیر القرآن، اس میں قرآن مجید کی تفسیر کے پندرہ اصول بیان کئے گئے ہیں۔ ہر ایک اصل میں دلائل کے علاوہ سوال و جواب اور مثالوں کی صورت میں مضمون کو خوب واضح کیا گیا ہے صفحات ۲۱۲ قیمت ۶؍

آیات للسائلین: سورہ فاتحہ سے نساء تک منزل اول کی تفسیر ہے جو کہ فصیح بلیغ عربی میں شائع ہوئی ہے جس میں ہر ایک مقامی آیت پر جملہ آیتوں کو بطور تفسیر و استشہاد جمع کر دیا گیا ہے۔ بلکہ چھوٹے چھوٹے تفسیری جملے بھی دیگر آیتوں کے ٹکڑے ہیں جن کو غیر قرآنی عربی پر ترجیح دی گئی ہے اور حواشی میں بھی یہی طریق اختیار کیا گیا ہے ——— اسی وجہ سے یہ تفسیر باوجود عربی ہونے کے آسان ہے گویا قرآن ہی قرآن ہے اور حل مطالب اور ازالہ شکوک کا احسن طریقہ کیا گیا ہے تقطیع ۱۸×۲۲ صفحات ۳۰۰ دوبارہ مفید اضافوں کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ کتابت طباعت کاغذ عمدہ ہے

البیان المختار نبأ فی انباء الرسل الاخیار۔ اس میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ان قصوں کی بترتیب وقائع پوری پوری تفسیر ہے جن کا قرآن مجید میں مرسیجا بیان آیا ہے

تعلیم الاسماء اور تفہیم الشرائع

علم آدم الاسمآء کلھا (بقرہ) کی نبوی تفسیر صحیح بخاری صحیح مسلم میں یوں مروی ہے کہ علمک اسماء کل شیئ یعنی مما یحتاج الیہ فی امر الدین بالوحی و مما یحتاج الیہ من امر الدنیا بالطبع اللہ پاک نے سب سے پہلے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے الہام وکلام سے مشرف فرمایا۔ جس کی امور دین میں ضرورت تھی اور اس کی فطرت اور جبلت میں ڈالکر اسے دنیوی امور کی طرف بھی توجہ دلائی۔ پھر اس کے بعد فطری سلسلہ اس کی اولاد میں چھوڑا اور وحی کا سلسلہ اس کے لائق بیٹوں میں چھوڑا جیسے کہ ارشادات الہیہ یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون (اعراف) فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون (بقرہ) فاما یاتینکم منی ھدی فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی (طہٰ) میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسط سے اس کے لائق بیٹوں کو مخاطب فرمایا گیا۔ کہ میں آئندہ تم میں ہدایت و رشد کا سلسلہ جاری رکھوں گا۔

درمنثور میں بحوالہ عبد بن حمید ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مندہ ابن عساکر ابن مردویہ زوائد مسند امام احمد اور صفات بیہقی۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے عہد الہٰی و میثاق ربانی کی تفسیر میں مروی ہے۔ کہ انی سارسل الیکم رسلی یذکرونکم عھدی و میثاقی وانزل علیکم کتبی الحدیث اللہ پاک نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسط سے اس کے لائق بیٹوں سے وعدہ فرمایا کہ میں اپنے رسولوں کو (علیہم الصلوٰۃ والسلام) تمہاری طرف روانہ کرونگا۔ اور اپنی کتابوں کو بھی ان پر نازل کرونگا اور شرعیات سے آگاہ کرتا رہونگا۔

درمنثور میں بحوالہ عبد بن حمید حکیم ترمذی ابن حبان ابن عساکر ابن مردویہ ابن ابی حاتم مسند امام احمد تاریخ بخاری طبرانی مستدرک آجری بزار صفات احمد

شعب بیہقی۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اس دورہ الٰہیہ کی ایفار میں مبعوث ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلا آدم ہے۔ کہ اس پر اللہ پاک کا الہام و کلام نازل ہوا اور سب سے پچھلا میں ہوں۔ کہ مجھ پر قرآن نازل ہوا ہے (صلی اللہ علیہم اجمعین وسلم)

تفسیر نیساپوری میں بحوالہ کشاف زمخشری بیان کیا ہے کہ روی انہ سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم انزل اللہ من کتاب قال مائۃ واربعۃ کتب منہا علی آدم عشر صحف وعلی شیث خمسون صحیفۃ وعلی اخنوخ وھو ادریس ثلاثون صحیفۃ وعلی ابراھیم عشر صحائف والتوراۃ والانجیل والزبور والفرقان۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک صد چار کتابیں اللہ پاک کی طرف سے نازل ہوئیں۔ دس صحیفے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے اور پچاس شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے اور تیس ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اترے اور دس ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے اور چار ڈبل کتابیں توراۃ زبور انجیل قرآن نازل ہوئیں۔

اور مواہب الرحمان میں امام فخر الدین رازیؒ سے یوں منقول ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دس صحیفے نازل ہوئے اور شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پچاس صحیفے اترے اور تیس ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اترے اور توراۃ زبور انجیل قرآن چار ڈبل کتابیں نازل ہوئیں۔

درمنثور میں بحوالہ عبد بن حمید ابن مردویہ ابن عساکر ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ مائۃ کتاب واربعۃ کتب انزل علی شیث خمسین صحیفۃ وعلی ادریس ثلاثین صحیفۃ وعلی ابراھیم عشر صحائف وعلی موسیٰ قبل التوراۃ عشر صحائف وانزل التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان الحدیث اور سنن کبریٰ بیہقی جلد ۱۸۸ میں حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ انزل اللہ مائۃ کتب واربعۃ کتب من السماء اللہ پاک نے ایک صد چار کتابوں کو نازل فرمایا ہے۔

درمنثور میں بحوالہ شعب بہیقی حسن بصریؒ سے مروی ہے۔ کہ ایک صد چار کتابیں نازل ہوئی ہیں۔ جن کے علوم توراۃ زبور انجیل قرآن میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ پھر انہیں قرآن مجید کی مفصل سورتوں میں جمع کر دیا گیا ہے۔ پھر انہیں سورۃ فاتحہ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ لہذا اس میں تمام الٰہی کتابوں کو نچوڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔

اور بحوالہ فضائل ابو عبیدہ حسن بصریؒ سے مرسلاً نبوی ارشاد مروی ہے۔ کہ جسے سورہ فاتحہ کا علم حاصل ہو چکا ہے اسے گویا تمام الٰہی کتابوں کا علم حاصل ہے۔

درمنثور میں بحوالہ مسند امام احمد ابن نصر ابن جریر ابن ابی حاتم طبرانی شعب بہیقی (و اسماء بہیقی) ترغیب اصبہانی واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اوّل رمضان المبارک میں صحیفے اترے تھے اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر توراۃ چھ رمضان میں نازل ہوئی تھی! اور داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اٹھارہ رمضان میں زبور نازل ہوئی تھی۔ اور عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تیرہ ۱۳ رمضان میں انجیل نازل ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس ۲۴ رمضان میں قرآن مجید نازل ہوا تھا۔ واخرجہ مثلہ ابو یعلیٰ وابن مردویہ عن جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ موقوفاً وانہ لفی زبر الاولین (شعراء) ام لم ینبأ بما فی صحف موسیٰ و ابراہیم الذی وفّی (نجم) ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراہیم وموسیٰ (اعلیٰ) شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحاً و ابراہیم وموسیٰ وعیسےٰ ان اقیموا الدین (شوریٰ) انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الیٰ ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وعیسےٰ وایوب ویونس وھارون وسلیمان واتینا داؤد زبوراً (نساء) اولم تاتہم بینۃ ما فی الصحف الاولیٰ (طہ) ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک (حم سجدہ) ھذا نذیر من النذر الاولیٰ (نجم) آیات کریمات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ الہام نبوت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام

سے شروع ہو کر محمد[25] صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔

انعام و مریم میں آدم[1] نوح[2] ابراہیم[3] اسحاق[4] اسماعیل[5] یعقوب[6] لوط[7] یوسف[8] موسیٰ[9] ہارون[10] الیسع[11] داؤد[12] سلیمان[13] ذوالکفل[14] ایوب[15] یونس[16] الیاس[17] ادریس[18] زکریا[19] یحییٰ[20] عیسیٰ[21] علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرما کر فرمایا کہ انہیں ہم نے نبوت سے نوازا تھا۔ اور کتاب و حکمت سے سرفراز کیا تھا اور وہ اللہ پاک کی آیات پڑھتے پڑھاتے اور عمل کرتے اور کراتے تھے۔

اور دیگر سورتوں میں ھود[22] صالح[23] شعیب[24] علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرما کر ان کے مواعظ حسنہ اور اعمال صالحہ کا ذکر فرمایا ہے۔

مواھب الرحمان میں سراج سے یوں نام شمار فرماتے ہیں۔ کہ

آدم[1] ادریس[2] نوح[3] ھود[4] صالح[5] ابراہیم[6] اسماعیل[7] اسحاق[8] یعقوب[9] یوسف[10] لوط[11] موسیٰ[12] ہارون[13] شعیب[14] زکریا[15] یحییٰ[16] عیسیٰ[17] داؤد[18] سلیمان[19] الیاس[20] الیسع[21] ذوالکفل[22] ایوب[23] یونس[24] محمد[25] صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین"

قرآن مجید میں ابراہیمی اور موسوی صحیفوں کی ایک جگہ نہیں دو جگہ نہیں بلکہ تین جگہ تصریح ہے سیوطیؒ کی پیش کردہ روایت میں موسوی تقسیم کو لیا ہے اور زمخشری اور رازی کی پیش کردہ روایت میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تقسیم میں لیا ہے مگر اس روایت کا مخرج معلوم نہیں اور اس پر مدار بھی نہیں مدار تو اس پر ہے کہ بقرہ اعراف طٰہٰ ہر سہ سورتوں میں مذکورہ آیات کا نزول آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوا ہے جیسے کہ ان سے صاف طور پر ظاہر ہے۔

اور جو حدیث نبوی میں درج کرا یا ہوں اس میں یہ بھی ہے۔ کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب نبوت اور صاحب الہام و کلام ہے نبی مکلم الحدیث

علاوہ اس کے نبوی حدیثوں میں ہے۔ کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج کیا اور سات چکر لگا کر بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام (ابراہیم) کے پاس دو رکعت نماز ادا کی اور وہ دعا پڑھی جسے آج تک حجاج پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ اور

اور جمروں کو کنکر بھی مارے اور آج تک حجاج انہیں کنکر مارتے چلے آرہے ہے

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ ان الناس کانوا علی ملة آدم حتی عبدوا الاصنام فبعث اللہ الیھم نوحاً علیہ السلام فکان اول رسول بعثہ اللہ الی اھل الارض

سید امیر علی صاحب نے مواہب الرحمان میں فرمایا ہے کہ ”لوگ سب آدم علیہ السلام کی ملت پر تھے یہاں تک کہ انہوں نے بت پرستیاں کرنی شروع کیں پھر اللہ تعالےٰ نے نوح علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا بس نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل زمین کی طرف بھیجا تھا۔

نواب صاحب نے ترجمان میں فرمایا ہے کہ ”لوگ ایک ملت آدم پر تھے یہاں تک کہ بت پرستی ہونے لگی تب اللہ نے نوح علیہ السلام کو نبی کیا۔ یہ اول رسول ہیں جو طرف اہل ارض کے مبعوث ہوئے“

شاہ عبد القادر صاحب نے فرمایا۔ کہ ”حضرت آدم اور اولاد ان کی اول سب ایک دین پر تھے۔“ نیز فرمایا کہ ”خدا تعالےٰ نے کتنے نبی اور کتابیں بھیجیں پر اس واسطے نہیں کہ امت کو جدی راہ بتاوے۔ بلکہ سب پیغمبروں کی اُمت کو ایک ہی راہ فرمائی“

مولانا عثمانی صاحب نے محمودی ترجمہ پر حاشیہ دیا ہے کہ ”حضرت آدم کے وقت سے ایک ہی سچا دین رہا۔“

مولانا تھانوی صاحب نے فرمایا۔ کہ ”اول دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام مع اپنی بی بی کے تشریف لائے اور جو اولاد ہوتی گئی۔ ان کو دین حق کی تعلیم فرماتے رہے اور وہ ان کی تعلیم پر عمل کرتے رہے ایک مدت اسی حالت میں گزر گئی“

مولوی نعیم الدین صاحب نے رضائی ترجمہ پر حاشیہ دیا ہے کہ

"حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے عہد نوح تک سب لوگ ایک دین اور ایک شریعت پر تھے"۔

میاں بشیر الدین صاحب احمدی نے اپنی تفسیر صغیر میں فرمایا ہے۔ کہ "اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آدمؑ کے وقت سے بنی نوع انسان ایک مذہب پر تھے۔

مولوی محمد علی صاحب احمدی نے آپ نے ترجمہ میں فرمایا ہے۔ کہ "اللہ تعالےٰ نے سلسلہ رشد و ہدایت کا جو انبیاء کے ذریعہ قائم ہوتا ہے آدم کے ساتھ ہی شروع ہونا صاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے"۔ جب دین اسلام آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا اس میں سب کچھ تھا۔ تو کیا جنازہ نہیں تھا ضرور تھا۔

الحاصل کہ آدم اوّل الانبیاءؑ سے محمد آخر الانبیاءؐ تک سب کا دین ایک تھا (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور وہ اسلام تھا اور بس جیسے کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام (آل عمران) ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ) ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ (آل عمران)، اور کہ ہم لوگ اہل اسلام اور مسلم ہیں ھو سماکم المسلمین من قبل وفی ھذا (حج) صرف زمانوں مکانوں اور بسبب ضرورت اجتہادوں کا فرق ہے۔ دراصل کوئی فرق نہیں۔

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربہم لانفرق بین احد منہم ونحن لہ مسلمون (بقرہ) ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین (آل عمران)

درمنثور میں بحوالہ ابن عساکر وغیرہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بیس لڑکے اور بیس لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ مسند امام احمد اور ترمذی اور مستدرک حاکم میں مرفوعاً مروی ہے۔ آدم اور حوا صلی اللہ علیہ وسلم

ورضی عنہا کے چھوٹے چھوٹے کئی ایک بچے فوت ہوئے۔ امام ترمذی نے اسے حسن اور امام حاکمؒ نے صحیح بتایا ہے اور امام ذہبیؒ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے اور ابن جریرؒ ابن ابی حاتمؒ اور ابن مردویہؒ نے بھی روایت کیا ہے اور حافظ کثیرؒ نے اس پر کچھ جرح بھی کی ہے جسے میں نے البیان المختار میں بیان کر دیا ہوا ہے۔

اچھا تو کئی ایک آپ کی زندگی میں فوت ہوئے ہوں گے[1] اور ان کی اپنے شریعت اسلام کے مطابق تجہیز و تکفین فرما کر جنازہ پڑھا اور دفن کیا ہوگا۔ اور کئی ایک آپ کی وفات تک زندہ رہے ہوں گے۔ اور انہوں نے آپ کی تجہیز و تکفین اور جنازہ پڑھ کر دفن کیا ہوگا۔

سوال قرآن مجید میں حوا رضی اللہ عنہا کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ ٹھیرایا گیا ہے۔ یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ (بقرہ اعراف) یا آدم ان ھذا عدو لک ولزوجک (طٰ) اور یہ اولاد بہر حال نکاح کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ پھر شادی شریعت کے مطابق کیسے ہوئی۔ گواہ کون تھا۔ ناکح کون تھا جس نے خطبہ نکاح پڑھا اور ایجاب قبول کرایا اور مہر کیا تھا۔ اور اگر یہ سب کچھ نہیں ہوا اور یوں ہی ان دونوں نے باہم ملاپ کر لیا تھا۔ تو شریعت کہاں گئی۔

جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت بھی ازواج کا لفظ وارد ہوا ہے یا ایھا النبی قل لازواجک (احزاب) انا احللنا لک ازواجک (احزاب) وازواجہ امہاتہم (احزاب) ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا (احزاب) مگر کیفیت نکاح صرف ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر آیا ہے۔ دیگر کسی عورت کا نہیں بلکہ زینب رضی اللہ عنہا کی بابت عام خیال ہے۔ کہ نہ تو نکاح ہوا اور نہ

[1] اور یہ جو مشہور ہے کہ ایک آدم زادہ نے اپنے بھائی کو مارا اور پھر اس کی لاش کو لئے پھرا کہ طریقہ دفن معلوم نہیں تو کیسے دفن کرے۔ مرفوعاً ثابت نہیں۔ اور پھر ایک سال بھلے پھرا اچھا دفن کرنا تو اسے کوے نے سکھایا تھا۔ تو یہ کام اسے کس نے سکھایا (راشدی)

کوئی مہر مقرر ہوا اور نہ کوئی گواہی ٹھرائی گئی بس یوں ہی آپ نے اس سے میل ملاپ کر لیا تھا۔ اور حوا رضی اللہ عنہا کی بابت ان لوگوں کا ایسا ہی خیال ہے مگر یہ غلط ہے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت دیگر انسان بھی اسی طرح پیدا شدہ تھے۔ جیسے کہ آپ اور آپ ہی ان کی طرف نبی ہو کر مبعوث ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کی شہادت سے نکاح بھی ہوئے اور مہر بھی مقرر ہوئے اور ایجاب قبول بھی ہوئے۔ جیسے کہ میں آج سے چالیس سال پیشتر آیات السائلین میں شائع کر چکا ہوا ہوں۔ اور البیان المختار میں بھی اسے شائع کر دیا ہوا ہے۔

سوال } در منثور میں بحوالہ مسند فردوس علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اللہ پاک نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا۔ کہ الم ازوجک حواء امق الحلایث میں نے تیرا حوا رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ نکاح اللہ پاک نے خود پڑھا تھا۔ کسی دوسرے انسان کی ضرورت نہیں پڑی۔

جواب } یہ روایت قطعاً بے اصل ہے جیسے کہ اس کتاب میں بتایا ہے۔ پھر انکار تزویج کا یہ مطلب نہیں کہ شریعت کے مطابق تزویج کی ضرورت نہیں۔

یہی لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت وارد ہوا ہے۔ زوجنا کہا (احزاب) لیکن نکاح پھر بھی ہوا جیسے کہ صحیح مسلم میں ہے اور ولی بھی پیش ہوا اور شہادت بھی ٹھرائی گئی اور مہر بھی مقرر ہوا جیسے کہ سیرت ابن ہشام میں ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت سنن ابن ماجہ میں مرفوعاً مروی ہے۔ کہ ان اللہ زوجک ام کلثوم بمثل صداق رقیۃ علی مثل صحبتہا تیرا نکاح اللہ پاک نے ام کلثوم سے کر دیا ہے۔ تو کیا اس کے بعد اس کا شرعی نکاح نہیں ہوا تھا۔ ضرور ہوا ہے۔ یہ لفظ اس سے مانع نہیں۔

صحیح مسلم میں مرفوعاً مروی ہے کہ فیلقی العبد ربہ فیقول ای فل الم اکرمک

واسودکک وازوجلك واسخرلك الخیل والابل واذرك ترئس وتربع الحدیث

قیامت کے دن اللہ پاک ہر ایک مسلم سے نہیں بلکہ ہر ایک انسان سے فرمائیگا کہ میں نے تیرا نکاح کر دیا تھا۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ان سب لوگوں کے باقاعدہ نکاح نہیں ہوئے تھے ضرور ہوئے۔

درمنثور میں بحوالہ ابن عدی ابن عساکر سلمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ وجعل ذالك لآدم وحواء فلا ینبغی لاحد ان یتزوج الا بصداق چاندی سونے کی صورت میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حواء رضی اللہ عنہا کا مہر ادا فرمایا تھا لہذا بلا مہر نکاح ٹھیک نہیں

اس روایت میں باقاعدہ نکاح اور مہر کی تصریح ہے جسے ابتدا سے اسلام نے بھی پھیلایا ہے۔ درمنثور میں بحوالہ ابو داؤد طیالسی مسند امام احمد ابن ابی شیخ ابو یعلی ابن سعد ابن ابی حاتم طبرانی بیہقی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ انسانی نسیان کی وجہ سے ضروری امور کو شہادت کے ساتھ احاطہ تحریر میں لانا بھی اسی وقت سے شروع ہوتا ہے۔

یہ روایت مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۳۲۵ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ امام حاکم اسے صحیح بتایا ہے اور امام ذہبی نے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے حارث اور ابو داؤد اور محمد اور تمام چار طریقوں سے بحوالہ مستدرک اسے بیان فرمایا ہے مگر مجھے ۲ دستیاب ہوا ہے اور وہ بھی ہشام بن سعد ہے تمام بن سعد نہیں۔

جنازہ اہل اسلام

آیۃ کریمہ ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ (توبہ)

تفسیر اکلیل میں ہے کہ فیہ تحریم الصلوٰۃ علی الکافر والوقوف علی قبرہ وان دفنہ جائز ومفہومہ وجوب الصلوٰۃ علی المسلم ودفنہ وبشرہ وعیۃ الوقوف علی قبرہ والدعاء لہ والاستغفار۔ اس آیت کریمہ سے

ثابت ہوتا ہے کہ کافر منافق کی نماز جنازہ نہیں اور اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر اس کے لئے دعاء و استغفار نہیں اور اس کے مخالف مفہوم میں ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی نماز جنازہ اور ان کا دفن اور ان کی قبروں پر کھڑے ہوکر ان کے لئے دعاء و استغفار کرنا اصل مطلوب ہے۔ مولانا عبدالماجد صاحب نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ

" آیت سے فقہاء نے کئی مسائل نکالے ہیں مثلاً ایک یہ کہ ہر مسلمان کی میت پر نماز جنازہ ضروری ہے اور کفار کی میت کے لئے اس کی مخالفت ہے۔ فیه الدلالة علی معان امرها فعل الصلوٰة علی موتی المسلمین وحظرها علی موتی الکفار (جصاص) "

اور مولوی نعیم الدین صاحب نے رضائی ترجمہ کے قرآن پر حاشیہ دیا ہے کہ

" اس آیت سے مسلمانوں کے جنازے کی نماز کا جواز ثابت ہوتا ہے اور اس کا فرض کفایہ ہونا حدیث مشہور سے ثابت ہے۔"

نبی اللہ آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ

(۱) علامہ ابن[1] رشد نے مقدمات جلد ۱ ص ۱۶۷ میں فرمایا ہے کہ فالذی یتوجه فیه علی الاحیاء اربعة اشیاء وهی غسله وتکفینه والصلوٰة علیه ودفنه فاما غسله فانه سنة مسنونة لجمیع المسلمین حاشا الشهداء من المجاهدین مشروعه الله فی الاولین والآخرین روی ان آدم صلی الله علیه وسلم لما توفی اتی بحنوط وکفن من الجنة ونزلت الملائکة فغسلوه وکفنوه فی وتر من الثیاب وحنطوه وتقدم ملک منهم فصلی علیه وصفت الملائکة خلفه ثم اقبروه والحدوه ونصبوا اللبن علیه وابنه شیث معهم فلما فرغوا قالوا له هکذا فاصنع لولدک و

[1] یہ بزرگ فقہ امام مالک کا جید عالم ہے۔ اور ۵۲۰ھ میں فوت ہوا ہے (رازی)

اخوتك فانها سنتكم[1] ابن ابی شیبہ صفحہ ۷ پارہ ۴ میں ہے کہ فقبضوا روحه وجاؤا
معهم بكفنه وحنطوه وقالوا لبنيه احضروا فكفنوه وغسلوه وحنطوه
وصلوا عليه وقالوا يا بنى ادم هذه سنتكم. جب کوئی مسلمان فوت
ہوجاتا ہے۔ تو دیگر مسلمانوں پر اس کی بابت چار چیزیں لازم ہوجاتی ہیں۔ اسے
نہلائیں[1] دھلائیں اور اسے کفن پہنائیں اور اس پر نماز جنازہ پڑھیں اور اسے
دفن کریں۔ ہاں غسل تو شہید کے سوا جو کہ معرکہ میں کفار کے ہاتھوں قتل ہوجاتا
ہے۔ باقی سب مسلمانوں کے لئے مسنون ہے اور یہ بات ابتداء سے قیامت
تک مشروع کردی گئی ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ سب سے پہلا نبی آدم علیہ الصلوٰۃ
والسلام جب فوت ہوا تو اسے نہلایا دھلایا گیا۔ اور خوشبو لگا کر کفن پہنایا گیا اور
ایک امام ہو کر اور دوسرے اس کے مقتدی ہو کر صف بندی کے ساتھ کھڑے
ہوئے اور نماز جنازہ ادا کی پھر اسے بغلی قبر میں دفن کیا گیا اور شیث علیہ الصلوٰۃ
والسلام اس کا فرزند بھی اس میں شامل تھا۔ اسے مخاطب ہو کر انہوں نے
ہدایت کی۔ کہ اولاد در بہنوں بھائیوں کے ساتھ جبکہ وہ فوت ہوں اسی
طرح کرنا ہوگا۔

(۲) در منثور میں بحوالہ ابن ابی شیبہ ابن منذر احمد بزار تاریخ بخاری
عبد بن حمید اسماء و شعب بیہقی ابی الشیخ آجری ابوذر رضی اللہ عنہ سے اور
ابن حبان ابن ابی حاتم ابن منذر ابن مردویہ مستدرک حاکم بیہقی ابو امامہ
رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آدم سب سے پہلا نبی ہے علیہ الصلوٰۃ
والسلام فتح الباری پارہ ۱۳ صفحہ ۲۲۳ میں ہے کہ صحیح ابن حبان من حدیث ابن امامہ ان
رجلاً قال یا رسول اللہ انبی کان آدم قال نعم۔ اس کی شرح میں حافظ صاحب

[1] اس ضابطہ عامہ میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مسلمانوں کے ساتھ شامل فرمایا ہے۔ صرف شہید کو غسل اور نماز سے خارج فرمایا ہے۔ (اثری)

نے فرمایا ہے کہ ان آدم کان نبیا وبالضرورۃ نعلم انہ کان علی شریعۃ من العبادۃ وان اولادہ اخذوا ذالک عنہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب شریعت نبی تھا۔ اس نے اپنی اولاد (وغیرہم) کو سب کچھ سکھایا تھا۔

(۳) درمنثور میں بحوالہ طبقات ابن سعد حاکم ابن مردویہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ فقبضوا روحہ ثم غسلوہ وحنطوہ وکفنوہ ثم صلوا علیہ ثم حفروا لہ ودفنوہ ثم قالوا یا بنی آدم ھذہ سنتکم فی موتاکم فکذالک فافعلوا الحدیث

(۴) اور بحوالہ ابن عساکر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ فولیہ جبرئیل فجاء بکفن وحنوط وسدر ثم قال یا بنی آدم اترون ما اصنع بابیکم فاصنعوہ بموتاکم فغسلوہ وکفنوہ وحنطوہ ثم حملوہ (فجعلوہ علی السریر وجعلوا وجھہ) الی الکعبۃ فکبر علیہ اربعاً ووضعوہ مما یلی القبلۃ عند القبور ودفنوہ فی مسجد الخیف۔

(۵) اور بحوالہ حلیہ ابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بجنازۃٍ فصلی علیہ وکبر اربعاً وقال کبرت الملائکۃ علی آدم اربع تکبیرات

(۶) مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۴۴ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فقبضوا روحہ ثم غسلوہ وحنطوہ وکفنوہ ثم صلوا علیہ ثم حفروا لہ ثم دفنوہ ثم قالوا بنی آدم ھذہ سنتکم فی موتاکم فکذالک فافعلوا

(۷) اور اس میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ فقبضوا نفسہ وغسلوہ بالماء والسدر ثلاثاً وکفنوہ وصلوا علیہ ودفنوہ ثم قالوا ھذہ سنۃ بنیک من بعدک

(۸) سنن دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۷۱ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ صلی جبرئیل علیہ السلام علی آدم علیہ السلام وکبر علیہ اربعاً صلی جبرئیل

بالملائکۃ یومئذ ودفن فی مسجد الخیف واخذ من قبلۃ والحد لہ وسنم قبرہ،

(۹) دارقطنی میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الملائکۃ صلت علی آدم فکبرت اربعا وقالوا ھذہ سنتکم یا بنی آدم۔ وعزاہ السیوطی فی الجامع الی الشیرازی الحد لآدم وغسل بالماء وترًا فقالت الملائکۃ ھذہ سنۃ ولد آدم من بعدہ عزاہ الی ابن عساکر۔

(۱۰) درمنثور میں بحوالہ ابن عساکر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا مروی ہے کہ الحد آدم وغسل بالماء وترًا فقالت الملائکۃ ھذہ سنۃ ولد آدم من بعدہ

(۱۱) مستدرک حاکم جلد[۲] ص[۳۴۴] میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا مروی ہے کہ لما توفی آدم غسلتہ الملائکۃ بالماء وترًا والحد والہ وقالوا ھذہ سنۃ آدم فی ولدہ قال الحاکم صحیح واعترف لہ الذہبی،

(۱۲) کنز العمال جلد[۳] ص[۲۱۴] میں بحوالہ طبرانی رویانی[۱] ابن عساکر ابن منیع سعید بن منصور زیادات عبد اللہ فی مسند ابیہ نیز سنن کبریٰ بیہقی جلد[۳] میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا اور کنز العمال میں بحوالہ طبرانی سعید بن منصور حسن سے مرسلًا مروی ہے کہ فقبضوہ وھم ینظرون وغسلوہ وھم ینظرون وکفنوہ وھم ینظرون وحنطوہ وھم ینظرون وصلوا علیہ ثم حفروا لہ ودفنوہ ثم اقبلوا علیہم فقالوا یا بنی آدم ھذہ سنتکم فی موتاکم وھذا سبیلکم:

(۱۳) سنن کبریٰ بیہقی جلد[۳] ص[۴۰۴] میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا مروی ہے کہ صلت الملائکۃ علی آدم فکبرت علیہ اربعا وقالت ھذہ سنتکم یا بنی آدم

(۱۴) کنوز مناوی میں بحوالہ مسند الفردوس مرفوعًا مروی ہے کہ کبرت الملائکۃ

---

[۱] ھو محمد بن ھارون الرویانی، صاحب المسند (رازی)

عینی آدم اربع تکبیرات

(۱۵) سنن بیہقی جلد ۳ ص ۴۰۴ میں کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ
فقبضوا روحہ وھم ینظرون وکفنوہ وحنطوہ وھم ینظرون وصلوا علیہ
وھم ینظرون ثم قالوا یا بنی آدم ھذہ سنتکم فی موتاکم۔

(۱۶) مسند امام احمد جلد ۵ ص میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے،
کہ ان آدم علیہ السلام تبضتہ الملائکۃ وغسلوہ وکفنوہ وحنطوہ وحفروا لہ
والحدوا لہ وصلوا علیہ ثم وخلوا قبرہ فوضعوہ فی قبرہ ووضعوا علیہ اللبن
ثم خرجوا من القبر ثم حثوا علیہ التراب ثم قالوا یا بنی آدم ھذہ سنتکم

(۱۷) مسند ابوداؤد طیالسی ص ۷۴ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مرفوعاً وموقوفاً مروی
ہے کہ فقبضوہ وھم ینظرون وغسلوہ وھم ینظرون وکفنوہ وھم ینظرون
وحنطوہ وھم ینظرون وصلوا علیہ ثم اقبلوا علیھم فقالوا یا بنی آدم ھذہ
سنتکم فی موتاکم وھذا اسبیلکم۔

(۱۸) مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۱۹۹ میں اور درمنثور ص ۶۲ میں بحوالہ طبرانی ابوہریرہ رضی اللہ
عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ فاخذ جبرئیل علیہ السلام فغسلہ وکفنہ وحنطہ
وصلی علیہ ثم قال جبرئیل ھکذا فاصنعوا بموتاکم

(۱۹) اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ان آدم
غسلتہ الملائکۃ بماءٍ وسدرٍ وکفنوہ والحدوا لہ ودفنوہ وقالوا ھذہ سنتکم
یا بنی آدم فی موتاکم وفی روایۃ لما توفی آدم غسلتہ الملائکۃ بالماء وترا والحدت
لہ وقالت ھذہ سنۃ آدم وولدہ رواہ الطبرانی

(۲۰) اور اس سے موقوفاً یوں بھی مروی ہے کہ فقبضوہ وغسلوہ وکفنوہ
وحنطوہ وحفروا لہ الحد والہ فصلوا علیہ ثم وخلوا قبرہ فوضعوہ فی قبرہ
ووضعوا علیہ اللبن ثم خرجوا من القبر ثم حثوا علیہ ثم قالوا یا بنی آدم ھذہ سنتکم
رواہ عبداللہ بن احمد ورجالہ رجال الصحیح غیر عتی بن ضمرۃ وھو ثقۃ،

مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۹۹)

(۲۱) دار قطنی میں اس سے موقوفاً مروی ہے کہ کبرت الملائکۃ علی آدم اربعاً وکبر ابوبکر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعاً وکبر عمر علی ابی بکر رضی اللہ عنہ اربعاً وکبر صہیب علی عمر اربعاً وکبر الحسن بن علی علی علی اربعاً و کبر الحسین بن علی علی الحسن اربعاً

خلاصہ ان سب روایات کا یہ ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے نبی ہیں جب وہ فوت ہوئے تو پانی میں بیری کے پتوں کو ڈال کر انہیں غسل دیا گیا پھر انہیں کفن میں لپیٹا گیا اور حنوط بھی لگایا گیا اور چار تکبیروں سے انکا جنازہ بھی باجماعت پڑھا گیا اور انہیں لحدی قبر کھود کر دفن کیا۔ اور اینٹوں سے اسے بند کیا۔ اور اوپر سے مٹی ڈالکر کوہان کی طرح کر دیا اور یہ قبر مسجد خیف میں ہے جہاں وہ فوت ہوئے تھے۔

پھر ان سب کاموں سے فارغ ہو کر فرشتوں نے اس کی اولاد کو ہدایت فرمائی آئندہ قیامت تک تمہارے مردوں کی تغسیل وتکفین اور جنازہ وتدفین اسی طرح پر ہوا کرے اور انہوں نے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس سے خارج نہیں فرمایا۔ بلکہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلا نبی ہے جس پر یہ عمل ہوا ہے۔ پھر کیوں رسول اللہ علیہ وسلم کا جنازہ چار تکبیروں سے باجماعت نہ پڑھا جائے۔

فتح الربانی ج ۷ ص ۱۵۴ میں ہے کہ ان الغسل والکفن والحنوط والصلوٰۃ علی المیت والدفن ھی الطریقۃ المتبعۃ فی آدم وبنیہ وقد استمرت الی وقتنا ھذا

ان سب روایات کا محصل یہ ہے۔ کہ غسل اور کفن اور حنوط اور نماز جنازہ اور دفن اور اینٹوں سے لحد بندی ودیگر امور سب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہو کر اب تک نہیں قیامت تک مشروع ہیں۔ ان سے انبیائے کرام

علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہرگز خارج نہیں کیا گیا۔ کہ سب سے پہلے نبی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جن پر یہ سب کچھ ہوا ہے اور اس کی اولاد میں قیامت تک اسے مشروع قرار دیا ہے

ابن ماجہ ١٠٧ دارمی ٦٣ سنن دارقطنی ١٩١ ج ١ ہیں نیز مسند امام احمد وغیرہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔ کہ لومت قبلی فغسلتک وکفنتک ثم صلیت علیک ودفنتک الحدیث و رواہ ابن حبان والبیہقی ٣٩٦ ج ٣۔ اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہوئی تو میں تجھے نہلا دھلا کر کفن میں لپیٹوں گا اور تیرا جنازہ بھی پڑھوں گا۔ اور تجھے دفن بھی کروں گا۔ یہ طریقہ کار شروع سے اب تک نہیں بلکہ قیامت تک مشروع ٹھہرایا گیا ہے۔

تائید اگرچہ یہ سب روایات نمبر ا کے سوا ضعاف ہیں مگر ان کی تائید صحیح بخاری ٢٢١ پارہ ١٣ میں مرفوعاً مروی ہے۔ کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ پاک کی ہدایت کے مطابق فرشتوں کو السلام علیکم کہا تو انہوں نے السلام علیک ورحمۃ اللہ کہہ کر جواب دیا۔ تو اللہ پاک نے فرمایا کہ یہ تیرا اور تیری ذریت کا باہم تحیہ تحفہ ہے۔ جو کہ اس وقت سے آج تک نہیں بلکہ قیامت تک ممتد ہے۔

در منثور میں بحوالہ سعید بن منصور ابن منذر ابن ابی حاتم ابن حبان، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور بحوالہ ابن جریر ابن عساکر صفات بیہقی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور بحوالہ مستدرک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور بحوالہ صحیح ابن حبان انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھینک مار کر الحمد للہ پڑھی۔ تو اسے یرحمک اللہ کہکر جواب دیا گیا تھا اور سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اور قیامت تک جاری رہے گا۔ اسی طرح آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنازہ شروع فرمایا۔ اسے کبھی چھوڑا نہیں جا سکتا۔ جیسے کہ صحیح حدیثوں سے یہ ثابت ہے۔ وہ اس کا مؤید ہے۔ پھر اس کے خلاف آپ کا کوئی فرمودہ

موجود نہیں روایت رحمۃ المہداۃ بحوالہ ابونعیم یوں زائد بھی درج ہے کہ دکبر ابوبکر علی فاطمۃ اربعا دکبر عمر علی ابی بکر اربعا وکبر صہیب علی عمر اربعا ابوبکر رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا تھا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا اور صہیب رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا تھا۔ اور کنز العمال جلد ۸ ص ۱۱ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا تھا اور کنز العمال جلد ۸ ص ۱ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صلی ابوبکر علی فاطمہ بنت رسول اللہ علیہ وسلم فکبر علیہا اربعا وصلی عمر علی ابی بکر فکبر علیہ اربعا وکبرت الملائکۃ علی آدم اربعا (ابن عساکر) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اور فرشتوں نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا تھا۔ اور کنز العمال جلد ۸ ص ۱۱۳ میں ابراہیم سے مرسلاً مروی ہے۔ کہ صلی ابوبکر الصدیق علی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر علیہا اربعا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا تھا۔ اور بدایہ جلد ۵ ص ۲۳۳ میں حافظ صاحب نے بھی ذکر فرمایا ہے کہ فاطمہ کا جنازہ ابوبکر نے پڑھایا تھا (رضی اللہ عنہما)

سوال صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱ میں ہے کہ فلما توفیت دفنہا زوجہا علی بن ابی طالب لیلا ولم یؤذن بہا ابابکر وصلی علیہا علی الحدیث جب فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ نے راتوں رات اس کا جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع تک نہیں دی۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ جنازہ میں حاضر ہی نہیں بلکہ انہیں اطلاع تک نہیں تو جماعت کیسے۔

جواب ۱ اگر اطلاع نہیں دی تھی۔ تو یہ اسلامی رواداری کے خلاف ہے۔ جو علی رضی اللہ عنہ کی شان کے مناسب نہیں۔

جواب ۲ اگر ان کو اطلاع نہیں دی تھی۔ تو کیا دوسروں کو دی تھی جیسے کہ

عباس اور حسنین رضی اللہ عنہم۔ روایت میں اس کا کوئی ذکر نہیں اور نہ اس کا ذکر ہے۔ کہ انہیں اطلاع نہیں ہوئی اور نہ یہ کہ اس نے جنازہ نہیں پڑھا چنانچہ حافظ صاحب فتح الباری میں ایسا ہی فرمایا ہے لیس فی الخبر ما یدل علی ان ابابکر لم یعلم بموتھا ولا صلی علیہا۔ اس روایت میں جو یہ مرزی ہے۔ کہ ولم یکن بایع تلک الاشھر۔ اس کا میرے نزدیک یہ مطلب ہے کہ وراثت کے مقدمہ کے دوران جو امور اقتضاء بیعت کے خلاف ہوئے۔ ان کا تدارک تجدید بیعت سے کیا جائے اور بس

جواب ۳} اچھا تو کیا انہوں نے خود قبر کھودی تھی۔ اور اکیلے ہی جنازہ پڑھا تھا۔ اور اکیلے ہی اسے قبر میں اتار کر دفن کیا تھا۔

جواب ۴} فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موت کا اخفاء اس کے درجہ عالیہ کی صاف طور پر تنقیص ہے۔

جواب ۵} اصل بات یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو اپنی میت کی کون اطلاع دیتا ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود اہل خانہ میں انہیں اطلاع کیسے عمر و عثمان اور حسنین اور عباس و دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اطلاع کیسے سب الگ خانہ ہیں

سنن کبری بیہقی ج۳ ص۳۹۶ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت ہے کہ یا اسماء اذا انا مت فاغسلینی انت وعلی بن ابی طالب فغسلھا علی واسماء رضی اللہ عنہا اور ام شافعی ج۱ ص۱۲۲ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان فاطمۃ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اوصت ان تغسلھا اذا ماتت ھی وعلی فغسلتھا ھی وعلی رضی اللہ عنہما اور سنن دار قطنی ج۱ ص۱۹۴ میں ہے کہ ان فاطمۃ اوصیت ان یغسلھا زوجھا علی واسماء فغسلاھا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ مجھے اسماء ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کی بیوی اور میرا شوہر علی رضی اللہ عنہم غسل دیں چنانچہ ان دونوں[1] نے اسے غسل دیا۔

سنن کبری بیہقی جلد ۳ ص۳۹۶ میں اس روایت کے ساتھ یوں بھی زیارت ہے۔ کہ

[1] غسل میں شرکت سے یہ مستلزم نہیں کہ جمع ہو کر غسل دیں ہر ایک نے اپنا اپنا کام سر انجام دیا اور پردہ کو قائم رکھا۔ یہ اس سوال کا جواب ہے۔ جسے اصابہ میں اٹھا کر بے جواب چھوڑ دیا ہے۔ (اثری)

اسماء رضی اللہ عنہا اسے غسل دے رہی تھی۔ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی پہونچی جاءت عائشۃ رضی اللہ عنہا تدخل اور کہ فجاء ابوبکر رضی اللہ عنہ فوقف علی الباب الحدیث پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے۔ اور دروازہ پر کھڑے ہو کر آواز دی۔

سوال } مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۶۲ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ لم یشعر بھا ابوبکر رضی اللہ عنہ حتی دفنت الحدیث ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات اس وقت معلوم ہوئی جبکہ وہ دفن ہو چکی تھی

جواب ۱ } امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے اس روایت کی تصحیح نہیں فرمائی

جواب ۲ } یہ غم و رنج کی وجہ ایک کیف پیدا ہوئی تھی جیسے کہ مسند امام احمد میں عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فبینا انا جالس مر علی عمر وسلم فلم اشعر بہ الحدیث عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے اور سلام بھی کہا مگر مجھے نہ ان کے گزرنے کا علم ہوا اور نہ سلام کا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تازہ وفات کے غم میں ڈوبا ہوا تھا۔

اس وقت خود عمر رضی اللہ عنہ کا حال بھی یہی تھا۔ کہ انہیں غم کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے جیسے کہ بخاری مسلم میں مروی ہے۔ بس یہی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات[۱] پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہوا تھا۔

دریں حالات ابوبکر رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری کیسے ــ روایت میں علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کا ذکر ہے۔ امامت کا ذکر نہیں لہذا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقتدی ہو کر انہوں نے جنازہ پڑھا ہے سنن کبری للبیہقی جلد ۴ ص ۲۹

---

[۱] فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات جیسے مستدرک میں ہے ۳ رمضان المبارک سنہ ۱۱ھ کو مطابق ۲۲ نومبر سنہ ۶۳۲ء بروز اتوار ہوئی۔ موسم سرما تھا اور وقت رات کا تھا ظاہر ہے کہ عمیس رضی اللہ عنہا نے پانی گرم کر دیا ہوگا۔ کہ ایسے موقع پر اسے گرم کرنا نسائی میں مرفوعاً مروی ہے یہ بھی مدینہ کا واقعہ ہے (راشدی)

میں ہے کہ اِنّ فاطمہ رضی اللہ عنہا لما ماتت دفنھا علی رضی اللہ عنہ لیلاً واخذ بضبعی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فقدمہ یعنی فی الصلوٰۃ علیھا۔ علی رضی اللہ عنہ۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر ان کی اقتدا میں جنازہ پڑھا۔

مولوی عبد العزیز صاحب نے فدک ص۲۷ میں نہج البلاغہ کی شرح ابن الحدید جلد ۴ ص۱۰۰ مطبوعہ مصر سے نقل فرمایا ہے۔ کہ ان ابا بکر ھو الذی صلی علی فاطمۃ علیھا السلام وکبر اربعاً۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا تھا۔

موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا جنازہ

مستدرک حاکم جلد ۲ ص۵۸۰ میں وھب سے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت مروی ہے کہ فقبض اللہ روحہ ثم صلت علیہ الملائکۃ۔ اور حافظ صاحب فتح الباری ص۲۵۷ پارہ ۱۲ میں بحوالہ تفسیر سدی وھب سے نقل فرمایا ہے۔ کہ ان الملائکۃ تولوا دفنہ والصلوٰۃ علیہ۔ جب وہ فوت ہوئے تو فرشتے بھی ان کی تجہیز و تکفین اور جنازہ میں شامل ہوئے تھے۔

دانیال علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا جنازہ

کنز العمال جلد ۶ ص۳۱۰ میں بحوالہ کتاب الجنائز مروزی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لما فتحنا السوس[1] وجدنا دانیال فی میت وان جیفتہ لم تتغیر منہ شئ وعندہ فی البیت الذی کان فیہ مال وکتب ابو موسیٰ الی عمر ابن الخطاب فکتب عمر ان اغسلوہ وحنطوہ وکفنوہ وصلوا علیہ وادفنوہ الحدیث اور عبید کی کتاب میں یوں ہے کہ کفنہ وحنطہ وصلی علیہ ثم دفنہ کما دفنت

[1] قاموس میں ہے کہ یہ اھواز کے پاس ہے جہاں دانیال علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر ہے (اشرئ)

الانبیاء والتطہما لہ فاجعلہ فی بیت مال المسلمین فکفنہ فی قباطی بیض وصلی علیہ ودفنہ۔ جب سوس فتح ہوا تو اس میں دانیال کی لاش پائی گئی جو کہ اسی طرح پر محفوظ تھی خراب نہیں ہوئی تھی۔ تو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ سے مراسلت کے ذریعہ پوچھا تو آپ نے جواباً فرمایا۔ کہ اسے غسل دو اور حنوط خوشبو لگاؤ اور کفن ڈالو اور اس پر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دو اور کہ اسے کفنا کر جنازہ پڑھو اور پھر اسے دفن کر دو جیسے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دفن کرنیکا اسلامی طریقہ ہے۔

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول اور تبلیغ اور وفات اور جنازہ

در منثور ج۲ ص۲۴۲ میں بحوالہ ابن مردویہ عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ عیسیٰ[۱] علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنازہ کی ہدایت فرمائی ہے۔ ابن کثیر فتح الباری[۲] اور در منثور میں بحوالہ صحیح مسلم مسند امام احمد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ لیھلن عیسیٰ ابن مریم بفج الروحاء بالحج او العمرۃ او لیثنیھما جمیعاً اور ج۲ ص۲۴۲ میں بحوالہ مسند امام احمد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ ولیسلکن الروحاء حاجاً او معتمراً او بین بھما جمیعاً الحدیث اور مستدرک حاکم ج۲ ص۵۹۵ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ لیھبطن عیسیٰ ابن مریم حکماً عدلاً واماماً مقسطاً ولیسلکن فجاً حاجاً او معتمراً او بنیتھما ولیاتین قبری حتیٰ

---

[۱] یہ حوالہ کتاب المسیح میں دستیاب ہے نزول کی حدیثوں میں نہیں (ازشی)

[۲] ایک دوحا (ابو آرا) اور روحان اور جحفہ ہر سہ کے قریب واقع ہے جمع الفوائد جلد ۲ ص۳۵ میں بحوالہ طبرانی عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خادموں کے ہمراہ احرام باندھے ہوئے یہاں سے گزرے تھے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حج وعمرہ کا احرام باندھے ہوئے یہاں سے گزریں گے (ازشی)

لیسلم علی ولاردن علیہ الحدیث وفی حدیث ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجبتہ رواہ ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد ج۸ ص۲۱۱) عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نازل ہوں گے تو حج وعمرہ تمتع کے طور پر یا کہ قرآن کے طور پر ادا کریں گے اور میری قبر پر بھی تشریف لاویں گے اور مجھے سلام کہیں گے اور میں انہیں جواب بھی دوں گا۔

سوال مرزائیوں کا اعتراض ہے کہ فیج روحا کوئی شرعاً میقات نہیں تو پھر یہاں سے احرام کیسے باندھیں گے۔

جواب ۱} میقات سے احرام کا یہ مطلب ہے کہ جو حج کے ارادہ سے آرہے ہوں۔ وہ احرام باندھے بغیر میقات میں داخل نہ ہوں۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ اس سے باہر احرام منع ہے۔ ابن ابی شیبہ مسند احمد ابو داؤد ابن ماجہ صحیح ابن حبان دارقطنی شعب بیہقی میں مرفوعاً مروی ہے۔ کہ من اھل بحجۃ او عمرۃ من المسجد الاقصی الی المسجد الحرام غفر لہ ماتقدم من ذنبہ الحدیث جو کوئی بھی مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک احرام باندھے خواہ حج یا کہ عمرہ کا تو اس کے تمام گناہ معاف ہوں گے۔ اور جامع الصغیر میں بحوالہ عبد الرزاق یوں ہے۔ کہ کان کیوم ولدتہ امہ آج ایسے ماں نے جنا ہے۔

اور یہ جو صحیح بخاری میں معلقاً اور عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور تاریخ مرو ہر سہ میں موصولاً مروی ہے کہ کرہ عثمان ان یحرم من خراسان او کرمان عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان یا کہ کرمان جیسے دور ملکوں سے حج کا احرام باندھ آنا مکروہ سمجھا ہے۔ تو اس کی وجہ مسافت بعیدہ ہے غیر میقات نہیں۔

۱ فتح الباری میں ہے۔ کہ ان بین خراسان ومکۃ اکثر من مسافۃ اشھر الحج فیستلزم ان یکون احرم فی غیر اشھر الحج فکرہ ذالک عثمان خراسان سے مکہ تک کئی ماہ کا سفر ہے اشھر الحج میں احرام باندھ کر وہاں سے سفر پر حج فوت ہو جاتا ہے اسلئے ناپسند فرمایا۔ مگر اب اللہ پاک نے ہوائی جہازوں کو چلا کر اس مشکل کو بھی حل فرما دیا ہے۔ (اثری)

کہ احرام اشہر الحرام[1] میں باندھا جاتا ہے۔ دیگر دنوں میں نہیں۔ اتنی دُور کے سفر میں کئی ماہ درکار ہیں اور احرام کے مہینے شوال ذی قعدہ اور چند دن ذی الحجہ کے ہیں۔ اور یہیں اور بیت المقدس اور مسجد حرام کے مابین صرف ایک ماہ کی مسافت ہے جو کہ اشہر الحرم میں احرام باندھ کر نہایت آسان سے حاضری ہو سکتی ہے۔

جواب[۲] } فج الروحاء مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف ۳۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے جیسے کہ صحیح مسلم کتاب الاذان سے ظاہر ہے اور میقات کے اندر ہے جیسے کہ مسلم کتاب الحج سے ظاہر ہے اور امام نووی ؒ نے حافظ ابوبکر حازمی سے نقل فرمایا ہے۔ کہ ھو بین مکۃ والمدینۃ قال وکان طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی بدر والی مکۃ عام الفتح وعام حجۃ الوداع فج الروحاء مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف روانہ ہوئے یا کہ مکہ مکرمہ کی طرف فتح کے لئے یا کہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ تو یہ راستہ میں پڑا تھا نہایہ ابن الاثیر اور مجمع البحار میں بھی ایسا کہا ہے میقات کے اندر جو لوگ آباد ہیں وہ اپنے یہاں سے ہی احرام باندھتے ہیں فھن لھن ولمن اتی علیھن من غیر اھلھن لمن کان یرید الحج والعمرۃ فمن کان دونہ فمھلہ من اھلہ وکذالک حتی اھل مکۃ یھلون منھا (بخاری) موصوف تبلیغ یا کہ کسی دوسرے کام یہاں پر آئے ہوں گے۔ تو یہاں سے ہی احرام باندھ کر روانہ ہوں گے۔

جواب[۳] } فج بمعنی کشادہ اور روحاء بمعنی راحت مطلب یہ ہوا کہ اسے حج کی راہ کشادہ ہوگی۔ کوئی روک نصیب نہیں ہوگی جھوٹا دعویدار ہزار عذرات

---

[1] ابن جریر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لا یصلح ان یحرم احد بالحج الا فی اشھر الحج اور ابن خزیمہ حاکم دار قطنی میں اسی سے مروی ہے کہ لا یحرم الا فی اشھر الحج۔ امام شافعی ابن ابی شیبہ میں بھی ایسا ہی مروی ہے کہ حج کا احرام اس کے اپنے مہینوں میں باندھا جاتا ہے۔ دوسروں میں نہیں (اثری)

پیش کریگا اور اللہ پاک اسے حج نصیب نہیں کریگا۔ اور روضۂ مطہرہ پر حاضری بھی نصیب نہیں ہوگی۔

(۱) کنز العمال ج۷ ص۲۵۹ میں بحوالہ ابن عساکر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ یقبض عیسی ابن مریم ووَلِیَہ المسلمون وغسلوہ وحنطوہ وکفنوہ وصلوا علیہ وحفروا لہ ودفنوہ الحدیث۔

(۲) درمنثور میں بحوالہ مسند احمد ابن ابی شیبہ ابویعلی طبرانی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون الحدیث

(۳) اور سنن ابو داؤد ج۲ ص۲۰۳ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون الحدیث۔

(۴) اور مستدرک حاکم ج۲ ص۵۹۵ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون الحدیث وصححہ الحاکم واعترف لہ الذہبی

(۵) اور ابن کثیر میں بحوالہ مسند امام احمد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون الحدیث۔

(۶) اور درمنثور میں بحوالہ صحیح ابن حبان اور ابن جریر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون ویدفنونہ الحدیث

(۷) اور مسند ابو داؤد طیالسی ص۳۳۳ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ثم یموت ویصلی علیہ المسلمون الحدیث)

خلاصہ مطلب } یہ کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نازل ہوں گے اور اپنے کام[1] سے فارغ ہو کر فوت ہوں گے۔ تو مسلمان

[1] کسر صلیب[1] اور قتل دجال[2] ان کا بڑا کام ہے[1] کی بابت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں فرمایا ہے۔ کہ (۱) "خدا نے کسر صلیب کے لئے میرا نام مسیح قائم رکھا ہے جس صلیب نے مسیح کو توڑا تھا اور اس کو زخمی کیا تھا دوسرے وقت میں مسیح اسکو توڑے" توڑ[1] اگر جسمانی ہے تو توڑ[2] بھی جسمانی ہوگا۔ ورنہ دونوں روحانی ہوں گے۔ مگر مرزا صاحب نے ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں کیا بلکہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت خط کشیدہ الفاظ اور انکی بے پدری ولادت مانکر عیسائیت کو اور بھی پختہ کر دیا ہے ایسے تو میں نے توڑا ہے نہ صرف اسے بلکہ اس کے ساتھ مرزائیت کو بھی توڑ دیا ہے۔ خواہ اصل عیسائی ہوں یا کہ مثل عیسائی ہوں دونوں بیٹھ کر رو با کریں ۴

۴ (۲) دجال کی بابت میں نے میزان الجد جداگانہ رسالہ شائع کر دیا ہوا ہے۔ (ناشر)

لوگ ہی ان کی تجہیز و تکفین اور جنازہ اور تدفین کریں گے۔

ترمذی میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بحوالہ توراۃ شریفہ مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدفن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے حجرہ میں ہوگا۔ مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسی ابن مریم یدفن معہ اور درمنثور میں بحوالہ تاریخ بخاری اور طبرانی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ یدفن عیسی ابن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہو کر جب فوت ہوں گے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کے حجرہ مطہرہ میں مدفون ہوں گے جیسے کہ نبوی ارشاد ہے۔ فتح الباری پارہ ۱۴ ص ۳۸۳ میں بسند ضعیف یوں بھی ہے۔ کما انہا استاذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عاشت بعدہ ان تدفن الی جانبہ فقال لہا وانی لک بذالک ولیس فی ذالک الموضع الا قبری وقبر ابی بکر وعمر و عیسیٰ ابن مریم وفی اخبار المدینۃ من وجہ ضعیف عن سعید المسیب قال ان قبور الثلاثۃ فی صفۃ بیت عائشۃ وھنالک موضع قبر یدفن فیہ عیسیٰ علیہ السلام۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کی کہ میں یہاں پر ہی دفن ہوں۔ فرمایا کہ یہاں اتنی جگہ کہاں ہے۔ اس میں تو صرف میری اور ابوبکر و عمر اور عیسیٰ کی قبریں ہوں گی۔ اور بس صلی اللہ علیہما وسلم و رضی اللہ عنہما۔ اور سعید سے بھی مروی ہے کہ یہاں صرف چار قبریں ہوں گی اور بس، حافظ صاحب نے فتح الباری پارہ ۱۳ ص ۸۲ میں نعیم بن حماد کی کتاب الفتن سے عبداللہ بن عباس اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا ہے۔ کہ ان عیسیٰ اذ ذاک یتزوج فی الارض الحدیث۔ مشکوٰۃ ص ۴۸۰ میں بحوالہ کتاب الوفا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمساً واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام (السماء) سے الارض پر

*: اور حجرہ نبویہ میں قبر چوتھی شمار ہوگی۔ حافظ ابوالقاسم ابن عساکر نے فرمایا ہے کہ یتوفی بطیبۃ فیصلی علیہ ھناک ویدفن بالحجرۃ النبویۃ وہ مدینہ طیبہ (رد ضمیمہ) میں فوت ہوں گے اور یہاں ہی مدفون ہوں گے۔

لہ ص ۱۱۲ پر ملاحظہ ہو۔

نازل ہوں گے۔ اور شادی[1] بھی کریں گے۔ اور ان کے اولاد بھی ہوگی۔ اور ۴۵ سال تک اسلام کی تبلیغ اور دین کی اشاعت کریں گے۔ پھر وہ میرے حجرہ میں (فوت ہوکر وہاں ہی) دفن ہوں گے۔ اور ہم دونوں قیامت کے دن ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان کھڑے ہوں گے۔ اور جنازہ کی صورت رہی ہوگی۔ جو کہ جنازہ نبویہ کی ہوئی تھی۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ

(۱) کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵ میں بحوالہ ابن معروف مروی ہے کہ قال العباس و عزلته علی رسول اللہ علیہ وسلم لا ادفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التراب و

صفحہ ۲۵ حاشیہ ۱ } قادیانی کا بیان ہے کہ اس سے محمدی بیگم سے میری شادی مراد ہے کہ میں وہ مسیح ہوں جسکی نبوی حدیثوں کے مطابق انتظار تھی سو اب میں آگیا ہوں اسی شادی کرونگا اور اولاد بھی پیدا ہوگی مگر جب شادی ہی نہیں ہوئی تو اولاد کیسے، کہا جاتا ہے کہ قیامت کو ہوگی۔ مگر وہ اسکے خیال کے مطابق جہنم رسید ہے کہ وہ اس کی منکر تھی۔ ہاں اگر وہاں برات چلی گئی تو شادی ہو کر ساتھ ہی قیام ہوگا۔ دخلت النار حتی صوت نارا الامام ہے (اثری)

صفحہ ۲ السماء پر الا ہے حق کی دلالت ظاہر ہے۔ بخاری مسلم کی جن حدیثوں کو امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ ان میں کوئی لفظ ضرور زائد ہوتا ہے اور کبھی معنعن کی تحدیث اور کبھی تعلیق و انقطاع کا اتصال ہوتا ہے۔ کتاب الاسماء صفحہ ۳۰۱ میں موصوف نے جو نزول مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث بیان فرمائی ہے وہ بخاری میں بھی ہے مگر السماء کا لفظ اس میں نہیں امام بیہقی نے اسے اپنی سند کے ساتھ زائد روایت فرمایا ہے اور دیگر کتب حدیث میں بھی ہے جو کہ زوائد کہلاتی ہیں صحاح ستہ میں نہیں امام بیہقیؒ نے فرمایا ہے کہ بخاری کی روایت میں اگرچہ السماء کا لفظ نہیں تاہم اس سے السماء ہی مراد ہے انما اراد نزولہ من السماء بعد الرفع الیہ۔ کہ وہ صعود کے بعد وہاں سے نازل ہوں گے۔ مرزا صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۳۴ میں فرمایا ہے "صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا" یہ خط کشیدہ لفظ صحیح مسلم میں مجھے دستیاب نہیں ہوا۔ مرزائیوں سے پوچھا جائے تو وہ ضرور نکال کر دکھا دیں گے۔ تاکہ حوالہ جھوٹا نہ ٹھیرایا جائے۔

(اثری)

لکن اعدلہ صندوقا واجعلہ فی بیتی فاذا اکربنی امر قطرت الیہ فقال علی للعباس یا عم اما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلیغن اولادہ ثم تلا ھذہ الایت منھا خلقنٰکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری۔ ثم تلا الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا الحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آپ کے چچا صاحب عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں اسے مٹی میں دفن نہیں ہونے دوں گا۔ بلکہ میں تو اسے ایک صندوق میں ڈالکر اپنے گھر میں رکھونگا تاکہ میں پریشانی کے مواقع پر اسے دیکھ کر مطمئن ہوتا رہوں علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوت شدہ اولاد کو دفن نہیں کیا تھا۔ ضرور کیا تھا۔ جیسے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ اس زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اور پھر اس میں ہم دفن کراتے ہیں اور پھر اسی سے تمہارا حشر بھی کرائیں گے۔ نیز فرمایا کہ خواہ مردہ ہوں پاک زندہ زمین سب کے لئے یہ کام دے رہی ہے۔ لہٰذا وہ دفن ہوں گے۔

(۲) پھر اسی بزرگ آپ کے چچا صاحب عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاسن کما یاسن البشر ان رسول اللہ علیہ وسلم قد مات فادفنوا صاحبکم الحدیث رواہ ابن سعد نقلہ علی فی کنزہ

(۳) اور سنن دارمی ~~ص۲۳~~ میں یوں ہے کہ فقام العباس فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد مات وانہ لبشر وانہ یاسن کما یاسن البشر ای قوم فادفنوا صاحبکم الحدیث عرب علاقہ ہے موسم گرم ہے (۱۳ ربیع الاول ۱۱ھ ۸ جون ۶۳۲ء سوموار) اور خطرہ ہے جلد دفن کرو پھر انہوں نے ہی فرمایا کہ یا علی انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تکون قبور الانبیاء فی موضع فوتھم الحدیث (کنز العمال جلد ۴ ص۵۷)

سوال } عام طور پر مشہور ہے کہ بارہ ربیع الاول بروز سوموار ۱۱ھ وفات ہوئی تھی۔

جواب } ربیع الاوّل اور سوموار تو ٹھیک ہے کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے بارہ ٹھیک نہیں کہ اس روز اتوار تھا سوموار نہیں۔

صحیح بخاری صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث میں ہے کہ ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو حجۃ الوداع ہوا تھا۔ یہ ماہ اور اس کے بعد محرم اور صفر ۱۱ھ ہر سہ ماہ تیس ۳۰ تیس ۳۰ دنوں کے شمار ہوں تو ۱۳ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو سوموار پڑتا ہے۔ اگر ہر سہ ۲۹، ۲۹ کے شمار ہوں یا کہ کوئی ۲۹ اور کوئی تیس کا تو ۱۲ سوموار نہیں پڑتا۔ اسلئے میں نے ۱۳ کو اختیار کیا ہے۔ تاکہ انطباق ہو سکے۔

(۴) موطا امام مالک میں ہے کہ انہ بلغہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توفی یوم الاثنین ودفن یوم الثلاثاء وصلی الناس علیہ افذاذا لایؤمھم احد فقال ناس یدفن عند المنبر وقال آخرون یدفن بالبقیع فجاء ابوبکر الصدیق فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مادفن نبی قط الافی مکانہ الذی توفی فیہ فحفرلہ الحدیث امام مالک کو پہنچا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کو فوت ہوئے اور منگل کے دن دفن ہوئے مسلمانوں نے نماز جنازہ اپنے طور پر ادا کی کوئی امام نہیں ہوا کسی نے کہا کہ منبر کے پاس دفن ہوں اور کسی نے کہا کہ بقیع میں دفن ہوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ سے سنا ہوا ہے۔ کہ ہر ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی جگہ دفن ہوا جہاں کہ وہ فوت ہوا ہے۔ تو انہوں نے اسی جگہ قبر کھود کر آپ کو دفن کیا۔

یہ بلاغ ہے۔ اور پھر اس میں منگل اور بدھ کی درمیانی رات کو منگل شمار کیا ہے جو کہ غلط ہے دراصل وہ بدھ کے ساتھ شمار ہوتی ہے۔

سنن کبریٰ بیہقی جلد ۱ میں سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دخل ابوبکر رضی اللہ عنہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین مات ثم خرج فقیل لہ توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال نعم فعلموا انہ کما قال قیل یصلی علیہ و کیف یصلی علیہ قال یجیئون عصبا عصبا فیصلون فعلموا انہ کما قال فقالوا ھل

یدفن و این یدفن فقال حیث قبض اللّٰہ روحہ فانہ لم یقبض اللّٰہ روحہ الا فی مکان طیب فعلموا انہ کما قال۔

اس جگہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لما صلی علی رسول اللّٰہ علیہ وسلم ادخل الرجال فصلوا علیہ بغیر امام ارسالاً حتی فرغوا ثم ادخل النساء فصلین علیہ ثم ادخل الصبیان فصلوا علیہ ثم ادخل العبید فصلوا علیہ ارسالاً لم یؤمہم علی رسول اللّٰہ علیہ وسلم احد۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارکہ باجماعت ادا ہو چکا تو پھر ان لوگوں کو جو اس میں شامل نہیں ہو سکے تھے موقع دیا گیا۔ کہ وہ اپنے طور پر درود و سلام پڑھیں اسی طرح عورتوں، بچوں غلاموں کو اجازت دی گئی کہ وہ آخری زیارت کرلیں۔

مسند امام احمد میں ابو عسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہ شہد علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالوا کیف نصلی علیہ قال ادخلوا ارسالاً ارسالاً قال فکانوا یدخلون من ھذا الباب فیصلون علیہ ثم یخرجون من الباب الآخر۔ وہ جنازہ نبویہ میں شامل تھا۔ لوگ جوق در جوق آتے رہے اور جنازہ پڑھتے رہے۔ یہ روایت صحیح ہے لیکن موقوف ہے مرفوع نہیں۔

سنن ابن ماجہ[۱۱۸] میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فلما فرغوا من جھازہ یوم الثلثاء وضع علی سریرہ فی بیتہ ثم دخل الناس علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ارسالاً یصلون علیہ حتی اذا فرغوا ادخلوا النساء حتی اذا فرغوا ادخلوا الصبیان ولم یؤم الناس علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احد لقد اختلف المسلمون فی المکان الذی یحفر لہ فقال قائلون یدفن فی مسجدہ وقال قائلون یدفن مع اصحابہ فقال ابوبکر انی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ما قبض نبی الا دفن حیث یقبض قال فرفعوا فراش رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الذی توفی علیہ فحفروا لہ ثم دفن صلی اللّٰہ علیہ وسلم وسط اللیل من لیلۃ الاربعاء۔ الحدیث

تضعیف } اس حدیث کی سند میں حسین بن عبداللہ واقع ہے۔ جسے حافظ

صاحب نے تقریب اور فتح الباری پارہ ۲ ص ۲۶۳ اور تلخیص حبیر ص ۱۶۲ میں ضعیف ٹھہرایا ہے
یہ روایت تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۰۴ میں بھی اسی طرح مروی ہے اور یہ راوی بھی ہے
اور سیرت محمد بن اسحاق میں بھی مروی ہے اور راوی بھی ہے۔

ترجمہ} منگل کے روز ہم آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو آپکی آپ کی چارپائی پر آپ کے گھر میں رکھدیا تو پہلے مردوں کو پھر عورتوں کو پھر بچوں کو موقع دیا گیا کہ داخل ہو کر اکیلے اکیلے ہر کوئی اپنے طور پر جنازہ (یعنی درود سلام) پڑھے آپ کے مدفن پر جب اختلاف ہوا کہ کہاں مدفون ہوں تو کچھ لوگوں کی رائے یہ تھی کہ بقیع غرقد (قبرستان) میں اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مدفون ہوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ سے سنا ہوا ہے کہ کوئی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جہاں پر فوت ہوا ہے وہاں پر ہی مدفون بھی ہوا ہے۔ تو لوگوں نے یہ سنکر وہاں پر ہی قبر کھودی جہاں پر آپ کی وفات ہوئی بدھ کی رات کا نصف ہو گا۔ کہ آپ دفن ہوئے۔

خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۲۷۶ میں بحوالہ ابن اسحاق اور بیہقی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادخل الرجال فصلوا علیہ بغیر امام ارسالاً حتی فرغوا ثم ادخل النساء فصلین علیہ ثم ادخل الصبیان فصلوا علیہ ثم ادخل العبید فصلوا علیہ ارسالاً لم یومھم علی رسول اللہ علیہ وسلم احد۔ پہلے مردوں نے اپنے طور پر علیحدہ علیحدہ جنازہ پڑھا پھر اس کے بعد عورتوں نے پھر اس کے بعد بچوں نے پھر اس کے بعد غلاموں نے اس طرح جنازہ (درود وسلام) پڑھا (یار یار جماعت نہیں ہوتی گویا درود سلام کے ساتھ یہ آخری زیارت ہے۔

خصائص جلد ۲ ص ۲۷۶ میں بحوالہ ابن سعد بیہقی سعد بن سہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ثم وضع علی سفیر حفرتہ ثم کان الناس یدخلون علیہ رفقاً رفقاً فلا یؤمہم احد۔ جب قبر پر آپ کو رکھدیا گیا تو لوگ (زیارت کے لئے) آتے

اپنے طور پر جنازہ (درود وسلام) پڑھتے اور چلے جاتے (بار بار جماعت نہیں ہوئی)
اور کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۵۶ میں بحوالہ طبقات ابن سعد علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ لما وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السریر قال لا یقوم علیہ احد ھو امامکم
حیا ومیتا فکان یدخل الناس رسلا رسلا فیصلون علیہ صفا صفا لیس لہم امام
ویکبرون وعلی قائم بحیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول السلام علیک ایھا
النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہم انا نشھد ان قد بلغ ما انزل الیہ ونصح لامتہ
وجاھد فی سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینہ وتمت کلمتہ اللہم فاجعلنا ممن یتبع
ما انزل الیہ وثبتنا واجمع بیننا وبینہ فیقول الناس آمین حتی صلی علیہ
الرجال ثم النساء ثم الصبیان

کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۵۴ میں بحوالہ ابن سعد موسیٰ بن ابراہیم بن حارث تیمی نے
اپنے باپ کی کتاب میں اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا پڑھا کہ لما کفن رسول اللہ
صلی علیہ وسلم وضع علی سریرہ دخل ابوبکر وعمر فقالا السلام علیک ایھا
النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومعھما نفر من المھاجرین والانصار قدر ما یسع البیت
فسلموا کما سلم ابوبکر وعمر وھما فی الصف الاول حیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قالوا اللہم انا نشھد ان قد بلغ ما انزل الیہ ونصح لامتہ وجاھد فی
سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینہ وتمت کلماتہ وامن بہ وحدہ لا شریک لہ
فاجعلنا یا الھنا ممن یتبع القول الذی انزل معہ واجمع بیننا وبینہ حتی
تعرفنا بہ فانہ کان بالمؤمنین رؤفا رحیما لا نبتغی بالایمان بہ بدلا ولا نشتری
بہ ثمنا ابدا فیقول الناس آمین آمین ثم یخرجون ویدخل علیہ آخرون
حتی صلوا علیہ الرجال ثم النساء ثم الصبیان فلما فرغوا من الصلوۃ تکلموا
فی موضع قبرہ

ابوبکر وعمر وعلی ہر سہ صحابہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگر لوگوں کے ہمراہ داخل
ہو کر انہیں باواز بلند درود وسلام پڑھ کر سناتے اور سکھاتے کہ اس طرح پر

درود وسلام پڑھو اور اس طرح پر رحمت وبرکت کی دعا کرو اور جو نہ پڑھ سکتے ہوں وہ آمین آمین پکارتے رہیں۔ پہلے مردوں کو فارغ کیا گیا۔ پھر عورتوں کو اور پھر بچوں کو درود وسلام پڑھایا اور زیارت کرائی اور فارغ گیا۔

شمائل ترمذی ص ۲۹ و نیز سنن کبری بیہقی جلد ۳ ص ۲۹۵ میں ہے کہ قالوا یاصاحب رسول اللہ نصلی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قالوا کیف قال یدخل قوم فیکبرون ویدعون ویصلون ثم یخرجون ثم یدخل قوم فیکبرون ویصلون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس قالوا یاصاحب رسول اللہ این یدفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قالوا این قال فی المکان الذی قبض اللہ فیہ روحہ فان اللہ لم یقبض روحہ الا فی مکان طیب فعلموا ان قد صدق ثم امرھم ان یغسلہ بنوابیہ الحدیث ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ آپکا جنازہ پڑھا جائیگا۔ فرمایا کہ ہاں پڑھا جائیگا۔ مکان میں داخل ہو کر ہر کوئی اپنے طور پر تکبیر پڑھے اور درود وسلام پڑھے اور دعا کرے پھر پوچھا گیا کہ کیا وہ دفن بھی ہوں گے۔ فرمایا کہ دفن ہوں گے پوچھا گیا کہ کہاں دفن ہوں گے فرمایا کہ جہاں وہ فوت ہوئے ہیں۔ وہاں ہی دفن بھی ہوں گے پھر فرمایا کہ آپ کے چچازاد بھائی آپ کو غسل دیں گے۔

حافظ صاحب نے فتح الباری پارہ ۲ ص ۲۶۳ میں اس موقوف کو صحیح ٹھیرایا ہے۔

اور شمائل ترمذی ص ۲۸ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختلفوا فی دفنہ فقال ابوبکر سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا ما نسیتہ قال ما قبض اللہ نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ ادفنوہ فی موضع فراشہ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے آپ کے دفن میں اختلاف ہوا کہ کہاں دفن ہوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ سے سنا ہوا ہے جسے اب تک نہیں بھولا۔ کہ ہر ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں دفن ہوا

ہے جہاں اسے دفن ہونا پسند تھا۔ لہذا آپ کو یہاں دفن کر دیا جائے
خصائص جلد ۲ ص ۲۷۶ میں بحوالہ ابن سعد ابن منیع طبرانی بیہقی نیز مستدرک جلد ۳ ص ۶۰
میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ لما ثقل رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قلنا من یصلی علیک یا رسول اللہ فبکی وبکینا و قال مهلا غفر
اللہ لکم وجزاکم عن نبیکم خیرا اذا غسلتمونی وحنطتمونی وکفنتمونی
فضعونی علی شفیر قبری ثم اخرجوا عنی ساعۃ فان اول من یصلی علی خلیلی
جلیسی جبرئیل ومیکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنود من الملائکۃ
ثم لیبدا بالصلوٰۃ علی رجال اهل بیتی ثم نساءهم ادخلوا افواجا وفرادی ولا
تؤذونی بباکیۃ ولا برنۃ ولا بصیحۃ ومن کان غائبا من اصحابی فابلغوہ منی
السلام فانی اشهدکم انی قد سلمت علی من دخل فی الاسلام ومن تابعنی علی دینی
هذا منذ الیوم الی یوم القیامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے
آخری ایام میں ہم نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا جنازہ کون پڑھائے گا۔ تو
آپ رو پڑے اور ہم بھی خوب روئے فرمایا کہ اللہ پاک آپ لوگوں کو بخشے
اور جزائے خیر عطا فرمائے۔ جب تم مجھے نہلا دھلا کر میرے اس گھر میں میری
قبر پر رکھو تو باہر چلے جاؤ کہ سب سے پہلے جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل
اور (اسماعیل) ملک الموت و نیز دیگر فرشتے جنازہ پڑھیں گے پھر میرے
گھر والوں سے پہلے مرد جنازہ پڑھیں گے اور پھر عورتیں جنازہ پڑھیں گی۔ اور
مجھے کوئی روئے نہیں اور نہ چیخے چلائے۔ اور جو موجود نہ ہوں انہیں میرا سلام
پہونچایا جائے اور میں ان سب کو سلام کہتا ہوں جو اسلام میں داخل ہو کر میرے
تابع ہیں۔ اور یہ بات آج کے دن سے قیامت تک ممتد ہے۔

امام حاکم نے فرمایا ہے۔ کہ ایک کے سوا اس روایت کے سب راوی
ثقہ ہیں اور امام ذہبی نے فرمایا ہے۔ کہ بس یہی ایک راوی واضع ہے۔ گویا
یہ روایت موضوع ٹھری۔ اور مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۲۵ میں اس پر مسند بزار کا حوالہ

ل مشکوٰۃ ص ۵۴۷ میں بحوالہ دلائل بیہقی اس کا بھی نام بتایا ہے (اثری)

دیا ہے۔ اور بزار کا قول بیان کیا ہے۔ کہ اس میں عبد الرحمان حرہ سے روایت کرتا ہے۔ مگر عبد اللہ سے اسے سماعت نہیں ہوئی۔

(۱۳) کنز العمال جلد ۷ میں بحوالہ عبد الرزاق عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فلما فرغ من جهازه يوم الثلثاء وضع على سريره و قد كان المسلمون اختلفوا فی دفنه وقال قائل ندفنه فی مسجده وقال قائل ندفنه مع اصحابه فقال ابوبكر انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم يقول ما قبض نبی الا دفن حيث قبض، فرفع فراش رسول الله صلی الله علیه وسلم الذی توفی فیه فدفن تحته ثم دعی الناس علی رسول الله صلی الله علیه وسلم يصلون علیه ارسالا الرجال حتی فرغ منهم ادخل النساء حتی اذا فرغ من النساء ادخل الصبیان ولم یوم الناس علی رسول الله صلی الله علیه وسلم احد ندفن رسول الله صلی الله علیه وسلم من اوسط الليل الاربعاء الحدیث قال ابن المدینی فی اسناده لبعض الضعف وحسین بن عبد الله بن عبید الله بن العباس منکر الحدیث منگل کے روز آپ کی تجہیز سے فارغ ہو کر دفن میں اختلاف ہوا بعض کا خیال تھا کہ مسجد میں دفن ہوں بعض کا خیال تھا۔ کہ بقیع غرقد میں اپنے صحابہ کرام کے ساتھ دفن ہوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ سے سنا ہوا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاں فوت ہوا ہے وہاں ہی وہ دفن بھی ہوا ہے۔ چنانچہ وہاں پر قبر کھودی گئی اور جنازہ کے لئے لوگوں کو ہدایت کر دی گئی۔ کہ پہلے مرد داخل ہوں۔ پھر عورتیں پھر بچے اکیلے اکیلے پڑھیں امام کی کوئی ضرورت نہیں۔

پھر جنازہ سے فارغ ہو کر آپ کو بدھ کی رات نصف کے قریب دفن کر دیا گیا تھا۔

تضعیف اس روایت میں اور ابن ماجہ کی روایت میں حسین بن عبد اللہ کو محدث علی مدینی نے ناقابل وثوق ٹھہرایا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے

بھی اسے ضعیف ٹھیرایا ہے۔ جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں۔

(۱۴) کنز العمال جلد میں بحوالہ ابن ابی حاتم عمر مولی عفرہ سے مرسلاً مروی ہے کہ لما ائتمروا فی دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قائل ندفنہ حیث کان یصلی فی مقامہ وقال ابوبکر معاذ اللہ ان نجعلہ وثنا یعبد وقال آخرون ندفنہ فی البقیع حیث دفن اخوانہ من المہاجرین قال ابوبکر انا نکرہ ان نخرج قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی البقیع فیعوذ بہ عائذ من الناس للہ علیہ حق وحق اللہ فوق حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان اخذنا بہ ضیعنا حق اللہ وان اخفرناہ اخفرنا قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا فما تری انت یا ابابکر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قبض اللہ نبیا قط الا دفن حیث قبض روحہ قالوا فانت واللہ رضی مقنع ثم خطوا حول الفراش خطاً ثم احتملہ علی والعباس والفضل واھلہ ووقع القوم فی الحفر یحفرون حیث کان الفراش رواہ محمد بن ابی حاتم فی فضائل الصدیق قال ابن کثیر وھو منقطع من ھذا الوجہ فان عمر مولی عفرۃ مع ضعفہ لم یدرک ایام الصدیق بعض کا خیال تھا۔ کہ جہاں نماز پڑھایا کرتے تھے وہاں پر دفن ہوں صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ بت پرستوں کی طرح انہیں بت بنا کر پوجا کرنا نہیں چاہتے۔ دوسروں نے کہا کہ بقیع غرقد میں اپنے خادموں کے ساتھ دفن ہوں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا تو کوئی ظلم کا مرتکب ہو کر قبر کے ساتھ پناہ لیگا تو حقوق الٰہی چھوڑ کر اسے پناہ دیدی جائے گی کہ قبر کا احترام ہے یا کہ اسے نظر انداز کر کر حقوق کا خیال رکھا جائیگا۔ ان دونوں مشکلات سے احتراز کے لئے بہتر یہی ہے۔ کہ انہیں اپنی ہدایت مطابق اسی جگہ دفن کر دیا جائے۔ یہ فیصلہ سن کر انہوں نے چارپائی کے چاروں طرف نشان لگایا اور پھر چارپائی اٹھا کر کھدوائی شروع کر دی۔

(۱۵) خصائص میں ابو حازم سے مروی ہے کہ دخل المہاجرون فوجاً فوجاً یصلون ویخرجون ثم دخلت الانصار علی مثل ذالک ثم اھل المدینۃ حتی

اذا فرغ الرجال دخلت النساء الحدیث پہلے مہاجروں نے پھر انصار نے فوج فوج ہو کر آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت کی پھر دیگر مرد عورتوں نے زیارت کی۔

(۱۶) کنز العمال جلد ۴ ص ۵۱ میں بحوالہ ابن ابی شیبہ سعید بن مسیب سے مرسلاً مروی ہے کہ لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع علی سریرہ فکان الناس یدخلون علیہ زمراً زمراً یصلون علیہ ویخرجون ولم یؤمهم احد وتوفی یوم الاثنین ودفن یوم الثلثاء لوگ گروہ در گروہ ہو کر داخل ہوئے ہر کسی نے اپنے طور پر جنازہ پڑھا (بار بار) جماعت نہیں ہوئی اور منگل کے دن (یعنی منگل اور بدھ کی درمیانی شب) آپ کو دفن کر دیا گیا۔

(۱۷) کنز العمال جلد ۴ ص ۵۱ میں محمد باقر سے مرسلاً مروی ہے۔ کہ لم یؤم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امام وکانوا یدخلون افواجاً یصلون ویخرجون اور یہاں پر موصوف سے یوں بھی مروی ہے کہ صلی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر امام، یدخل المسلمون زمراً زمراً یصلون علیہ فلما فرغوا نادی عمر خلوا الجنازة واھلہا لوگ جوں جوں داخل ہوتے اپنے طور پر علیحدہ علیحدہ جنازہ پڑھتے بالآخر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اب چھوڑو دفن بھی تو کرنا ہے۔

(۱۸) یہاں پر ابن جریج سے مروی ہے۔ کہ بلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین مات اقبل الناس یدخلون فیصلون علیہ ویخرجون ویدخل آخرون کذالک قلت لعطاء ایصلون ویدعون قال یصلون (علیہ) ویستغفرون (لانفسهم) جگہ کی وسعت مطابق لوگ اندر جاتے (حضور پر) درود وسلام پڑھتے اور (اپنے لئے) استغفار کرتے تھے اور باہر آجاتے۔ جماعت نہیں کرتے تھے۔ اس اثر میں صلہ حذف ہے۔ جسے میں نے بریکٹ میں ظاہر کر دیا ہے۔

مطلب ۱ } جہاں کوئی فوت ہوا ہے۔ اس کے وہاں پر دفن ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہ جس شہر یا گاؤں میں فوت

ہوا ہے۔ اس کے گورستان میں دفن ہوا ہے۔ اسے کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں منتقل نہیں کیا گیا یعنی یہ نہیں کہ کوئی لاہور میں فوت ہوا تو اسے قادیان کے گورستان میں دفن کیا کہ یہ ابطال دعوی نبوت ہے۔

مطلب ۲ } دوسرا مطلب یہ ہے۔ کہ خاص اس جگہ ہی دفن ہوا جہاں فوت ہوا ہے صدیق رضی اللہ عنہ نے دوسرا مطلب لیا۔ ہے۔ مگر یہ پیش نظر ہرگز نہیں کہ بسبب ضرورت اسے چند قدم ادھر ادھر نہ کیا جائے آخر اسے اٹھا کر قبر کھودنی ہوگی پھر وہاں تدفین ہوگی اسی طرح جنازہ کے لئے اسے مسجد میں لانے کی بھی کوئی روک نہیں دفن وہاں ہی ہوں گے۔ جہاں فوت ہوئے۔

(۱۹) کنز العمال جلد ۲ ص ۶۰ میں بحوالہ اسحاق بن راھویہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ان رسول اللہ صلی علیہ وسلم وضع علی المنبر[۱] فجعل الناس یصلون علیہ افواجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کو آپ کی مسجد میں منبر کے قریب رکھ کر آپ کا جنازہ پڑھا گیا تھا اور حاضری مسجد کی وسعت کے مطابق کافی ہوگئی تھی۔

(۲۰) بدایہ جلد ۵ ص ۲۶۵ تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۰۲ سیرت ص ۴۴۵ ابن ہشام ۲ ہر سہ میں سیرت ابن اسحاق سے بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ پہلے مرد داخل ہوئے پھر عورتیں داخل ہوئیں پھر بچے داخل ہوئے پھر غلام داخل ہوئے سب نے بغیر امام کے اپنے طور پر درود وسلام پڑھا اور چہرہ مبارک کی زیارت کی۔ اس روایت میں بھی حسین بن عبد اللہ موجود ہے جو کہ ضعیف ہے۔

(۲۱) حافظ صاحب نے بدایہ ۵ ص ۲۷۷ میں بحوالہ مسند حارث بن اسامہ ابو حازم

---

۱ یعنی عند منبرہ کقولہ تعالیٰ لا تقم علی قبرہ (توبہ) یعنی لا تقم عند قبرہ للدعاء و کقولہ لنتخذن علیہم مسجد (کہف) یعنی نتخذن عندھم مسجداً (اثری)

سے مروی ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین قبضہ اللہ عزوجل دخل المہاجرون فوجاً فوجاً یصلون علیہ ویخرجون ثم دخلت الانصار علی مثل ذالک ثم دخل اھل المدینۃ حتی اذا فرغت الرجال دخلت النساء الحدیث پہلے مہاجروں نے پھر انصاریوں نے پھر دیگر اہل مدینہ نے پھر عورتوں نے داخل ہوکر درود وسلام پڑھا اور زیارت سے مشرف ہوئے۔

اس روایت صالح مروی ہے جوکہ ضعیف ہے۔ اور روایت بھی مرسل ہے

(۲۲) تاریخ کامل ابن الاثیر میں ہے کہ اختلفوا فی موضع دفنہ فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما قبض نبی الا دفن حیث قبض فرفع فراشہ ودفن موضعہ وحفر لہ ابوطلحۃ الانصاری لحداً او دخل الناس یصلون علیہ ارسالاً الرجال ثم النساء ثم الصبیان ثم العبید ودفن لیلۃ الاربعاء

(۲۳) مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۳۳ میں بحوالہ ابویعلی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فدخلوا علیہ فوجاً فوجاً یصلون علیہ بغیر امام حتی لم یبق احد بالمدینۃ حر ولا عبد الا صلی علیہ الحدیث وفیہ عوید بن ابی عمران ضعیف متروک

تعداد حاضری ابن دحیہ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ دکان المصلون ثلاثین الفاً جنازہ نبویہ اور درود وسلام میں کل تیس ہزار تک کی حاضری تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ باجماعت نماز جنازہ مسجد میں ادا ہوئی ہے۔ کہ اتنی حاضری اتنے تھوڑے وقت اور تنگ جگہ میں کیونکر فارغ ہوسکتی ہے۔ حاشیہ تلخیص جبیر ۱۶۲

سوال اگر شہر سے باہر میدان میں جنازہ پڑھایا جاتا تو سب کی یک وقت حاضری ہو جاتی مسجد میں یوں بھی جنازہ ٹھیک نہیں

جواب عرب کا ملک ہے ماہ جون جا رہا ہے مسجد مسقف ہے باہر

کوئی وسیع جگہ مسقف نہیں جس میں اتنی حاضری سما سکے۔ اور دھوپ میں جنازہ کو رکھ کر اور حاضرین کو بیٹھا کر دوسروں کی انتظار کرنا کسی طرح پر بھی مناسب نہیں عیدوں اور جنازوں میں عام طور پر مشاہدہ ہے۔ کہ لوگ آہستہ آہستہ آتے رہتے ہیں اور پہلے آئے ہوئے مزید انتظار سے پریشان ہوتے ہیں۔ اس لئے مسجد میں جنازہ بہتر تھا۔ کہ مسقف ہے۔

صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے سہل اور سہیل بیضاء کے دونوں بیٹوں کا جنازہ مسجد میں ہی پڑھایا تھا۔ ورواہ مالک والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن ابی شیبۃ اور مسند عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں پڑھایا گیا تھا۔ اور مؤطا امام مالک اور ابن ابی شیبہ میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں پڑھایا گیا تھا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۵۵ھ میں فوت ہوا تو جنازہ کے لئے اس کی نعش مسجد میں لائی گئی۔ بعض تابعین نے اسے نادرست بتایا تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مذکور حدیث کو بیان فرمایا اس پر عمل کرایا۔

سوال } ہدایہ میں ہے کہ من صلی علی میت فی المسجد فلا اجر لہ۔ مسجد میں جنازہ کا کوئی ثواب نہیں اور ابن ابی شیبہ میں یوں مروی ہے۔ کہ من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا صلوٰۃ لہ جو مسجد میں جنازہ پڑھے اس کا جنازہ نہ ہوگا۔

جواب } ہدایہ کے الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں بھی نہیں۔

ابوداؤد میں یوں مروی ہے کہ من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئی علیہ جو مسجد میں جنازہ پڑھے اس پر کوئی حرج نہیں اور ابن ماجہ میں یوں ہے کہ من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلیس لہ شئی جو مسجد میں جنازہ پڑھے اس پر کوئی حرج نہیں امام نووی نے فرمایا ہے۔ کہ یہاں لام بمعنی علیٰ واقع ہوا ہے۔

جیسے کہ وان اساءتم فلھا (بنی اسرائیل) میں بمعنی فعلیھا واقع ہوا ہے جس کی دمن اساء فعلیھا (حم سجدہ) سے تائید ہو جاتی ہے۔

اور فرمایا ہے کہ امام احمدؒ نے ان دونوں روایتوں کو صالح راوی کی وجہ سے ضعیف ٹھیرایا ہے اور ابن ابی شیبہ کی روایت محولہ میں بھی صالح ہے۔ پھر اسکا معنی یہ ہے۔ کہ فلا صلوٰۃ لہ ناقصتہ اس کی نماز خراب نہیں ہوئی۔

سوال } عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسجد میں جواز جنازہ کی جو دلیل پیش فرمائی ہے اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نبوی جنازہ مسجد میں نہیں ہوا ورنہ وہ اسے پیش کرتی۔ ایسے موقع پر ایسی پختہ دلیل کا عدم ذکر اس کے عدم ثبوت کی دلیل ہے۔

جواب } وہی پختہ ثبوت ہے۔ جسے صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پیش فرمایا ہے کہ وہ مرفوع ہے۔ موقوف نہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنازہ نبویہ حجرہ میں علیحدہ علیحدہ پڑھا ہے۔ مسجد میں جماعت نہیں ہوئی تو یہ بجائے خود ثبوت طلب ہے خود ثبوت نہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے اور تکمیل دین اور اتمام نعمت آپکی زندگی میں ہو چکی ہے اليوم اكملت (مائدہ) یہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیش کردہ دلیل اصل شریعت ہے۔ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہے چونکہ یہ فرض کفایہ ہے۔ فرض عین نہیں اسلئے ایک دفعہ جماعت ہو کر پھر لوگوں کی بار بار آمد پر اسے دوہرایا نہیں گیا صرف درود وسلام کے ساتھ چہرہ مبارکہ کی زیارت کی اجازت دیدی گئی۔ اور بس اور حجرہ میں اس لئے رکھا گیا۔ کہ لوگ جلد حاضر ہوں ورنہ اس سے بھی محروم ہوں گے۔

سوال } اگر یہ ثبوت نہیں تو پھر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ بھی کوئی ثبوت نہیں کہ یہ دونوں صاحب نبوت کی وفات کے بعد ہوئے ہیں۔ ان کی زندگی میں نہیں۔

جواب ﴿ در منثور میں بحوالہ ترمذی ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ مستدرک حاکم بسمرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حوا رضی اللہ عنہا کے چھوٹے چھوٹے بچے مرجایا کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان بچوں کو نہلا دھلا کر کفناتے ہوں گے۔ اور جنازہ پڑھ کر دفناتے ہوں گے جیسے کہ ان کے الہام وکلام میں بتایا گیا ہوگا۔ اور بیان عام ہوگا۔ کہ نہ کوئی پہلے نبی گزرا تھا اور نہ کوئی معاصر نبی تھا اور عمومی بیان میں مرد اور عورت اور بچے اور جوان اور بادشاہ سب شامل ہوں گے جیسے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے جنازے عام تھے پھر فرشتوں نے اپنے عمل سے بتایا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اس میں شامل ہیں اور ادھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے بتایا کہ آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس میں شامل ہے اسی طرح دیگر درمیانی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جنازوں کا بھی میں نے بیان کر دیا ہے جب تک شریعت اسلام کسی کو خارج نہ کر دے۔ جب تک کوئی بھی خارج نہیں ہوتا جیسے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے۔

الحاصل کہ اگرچہ یہ سب روایات ضعاف اور مراسیل ہیں۔ کوئی بھی قابل احتجاج نہیں مگر اس پر سب متفق ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھا گیا ہے اور خوب دھوم دھام سے پڑھا گیا اور پڑھایا بھی مسجد میں گیا ہے۔ اور پڑھایا بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہے۔ جیسے کہ مستدرک جلد ۳ ص ۳۸۵ میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کبرت الملائکۃ علی آدم اربعا وکبر ابوبکر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعا وکبر عمر علی ابی بکر اربعا وکبر صہیب علی عمر اربعا ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ والمبارک بن فضالۃ من اھل الزھد والعلم بحیث لا یخرج مثلہ الا ان الشیخین لم یخرجاہ لسوء حفظہ

فرشتوں نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھا اور پڑھایا

اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا اور حسن رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا اور حسین رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا۔ اس روایت کو حاکم نے ضعیف بتا کر بھی صحیح ٹھہرایا ہے۔ کہ نصالہ اسکے نزدیک اتنا اگر ہوا نہیں۔ یہ روایت میں بحوالہ سنن دارقطنی پہلے بیان کر آیا ہوں

اعتراض اور اس کا جواب

حافظ صاحب نے تلخیص حبیر صفحہ ۱۶۱ میں اس پر دو اعتراض فرمائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت عام شہرت کے خلاف ہے دوسرے حسن کا جنازہ سعید بن عاص نے پڑھایا تھا حسین رضی اللہ عنہ نے نہیں پڑھایا۔

ملا کا تو میں بیان کر آیا ہوں کہ اس شہرت کا کوئی ثبوت نہیں پھر وہ آخری زیارت اور درود وسلام پر محمول ہے ایک دفعہ باقاعدہ جنازہ کے بعد بار بار تکرار کی ضرورت نہیں اور ملا کی بابت معروض ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے ایسے خود ما مور فرمایا تھا۔ اس لئے اسکی طرف نسبت کر دی ہے جیسے کہ مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۳۱ میں بحوالہ بزاز طبرانی ابوحازم سے مروی ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص رضی اللہ عنہ امیر مدینہ سے فرمایا کہ اب میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھائیں۔

امام سیوطیؒ نے خصائص جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ میں فرمایا ہے کہ بغیر دعاء الجنازۃ المعروف جنازہ نبویہ میں دعا معروف نہیں پڑھی گئی۔ کہ اس میں استغفار ہے۔ جو کہ صاحب نبوت کے لئے اس کے جنازہ میں ثابت نہیں بس درود وسلام پر اکتفا مناسب ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ سلام علی نوح فی العالمین۔ سلام علی ابراھیم۔ بارکنا علیہ وعلی اسحاق (صافات) رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید (ھود) سلام علی موسیٰ وھارون۔ سلام علی الیاسین۔ سلام

علی المرسلین (صلوات) اور السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہمیشہ
تشہد میں پڑھا جاتا ہے نیز اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم
وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اور کہ اللہم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت
علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اور حافظ ابن کثیرؒ نے بدایہ جلد ۵ ص ۲۶۵ میں
فرمایا ہے وھذا الصنیع وھو صلاتہم علیہ فرادی لم یؤمہم احد علیہ امر مجمع علیہ
لاخلاف فیہ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عرفی نماز جنازہ باجماعت نہیں پڑھی
گئی اس پر سب کا اتفاق ہے. کوئی مخالف نہیں.

نیز حافظ ابن حجر نے تلخیص جلد ۲ ص ۱۹۳ میں حافظ ابن عبد البر سے نقل
فرمایا ہے کہ وصلوۃ الناس علیہ افرادا مجتمع علیہ عند اہل السیر وجماعۃ
اہل النقل لا یختلفون فیہ وتعقبہ ابن دحیۃ بان ابن القصار حکی الخلاف
فیہ ھل صلوا علیہ الصلوۃ المعہودۃ او دعوا فقط وھل صلوا علیہ افرادا او
جماعۃ واختلفوا فیمن ام علیہم فقیل ابوبکر وروی باسناد لا یصح فیہ حرام وھو
ضعیف جدا قال ابن دحیۃ وھو باطل بیقین لضعف رواتہ وانقطاع قلت
کلام ابن دحیۃ ھذا متعقب بروایۃ الحاکم المتقدمۃ وان کانت ضعیفۃ
جنازہ نبویہ جس طرح پر مشہور ہے اس پر اہل سنت اور اہل نقل کا اجماع ہوچکا
ہے. کوئی بھی اس کا مخالف نہیں امام ابن دحیہ نے فرمایا ہے. کہ یہ غلط ہے
اختلاف ہے. کہ آیا عرفی جنازہ ہوا ہے. یا کہ نہیں اگر ہوا تو پھر یہ اختلاف
ہے. کہ باجماعت ہوا ہے. یا کہ اکیلے اکیلے اگر باجماعت ہوا ہے. تو جماعت
کس نے کرائی جماعت کے قائلین ایک روایت کی بنا پر ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ کو امام ٹھہراتے ہیں. مگر وہ حرام نامی راوی کی وجہ سے ضعیف ہے. میں
(حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ مستدرک حاکم کی روایت مذکورہ اگرچہ ضعیف
ہے اس کی تائید کرتی ہے.

دار قطنی اور مستدرک کی جن روایات کو میں نے بیان کیا ہے ان میں حرام

نامی راوی کوئی نہیں۔ کوئی دوسری روایت پیش نظر ہوگی جس میں حرام نامی راوی ہوگا۔

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام جلد ۱ ص ۲۴۴ میں فرمایا ہے کہ فقد صلی الناس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افرادا لا یومهم احد وذالک لعظم امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتنافسهم فی ان لا یتولی الامامۃ فی الصلوۃ علیہ احد وصلوا علیہ مرۃ بعد مرۃ وسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الموتی والامر المعمول بہ انما الیوم ان یصلی علیهم بامام ولو صلی علیهم افرادا اجزاهم الصلوۃ علیهم ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اصول شریعت میں تو یہی طے ہوا ہے اور آج تک اس پر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ کہ ایک دفعہ نماز جنازہ با جماعت پر اکتفاء کی جائے کہ وہ فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں۔ مگر چونکہ ازدحام زیادہ تھا۔ لوگ جوق در جوق آرہے تھے۔ اس لئے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ اپنے طور پر علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ (درود وسلام) پڑھتے اور نکلتے جائیں۔ اور آپ کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ دعا دیں۔ اسلام میں (نیز تقریباً چودہ صد سال میں آپ کے لئے مغفرت کا ذکر یہ وغیرہ نہیں ہوا اور آپ کے جنازہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں اس کے سوا باقی سب کچھ ہوا ہے وضو، استقبال قبلہ اور صف بندی تکبیر تحریمہ دیگر تکبیرات سورۃ فاتحہ اور رفع یدین اور قیام اور وضع یدین اور سلام اور خروج جیسے کہ اصول میں ہے۔ اور آپ کی مدینہ طیبہ میں دس سالہ زندگی اس پر شاہد عدل ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ بخاری[۱] مسلم[۲] ابوداؤد[۳] ترمذی[۴] نسائی[۵] پانچوں کتابوں میں جنازہ نبویہ کی بابت کوئی روایت نہیں صرف ابن ماجہ میں ایک ضعیف اور شمائل میں ایک صحیح اور یہ دونوں موقوف ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان محدثین نے اسے عام اصول شریعت کے

مطابق ٹھیرایا ہے جس پر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ابتک امت مسلمہ کا عمل رہا ہے

سوال } (۱) صحیح بخاری پارہ ۱۲ ص ۲۷ میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انصار نے کہا کہ یغفر اللہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی قریشا و یدعنا وسیوفنا تقطر من دمائہم الحدیث اس میں آپ کے لیے مغفرت طلب کی گئی ہے

(۲) اور در منثور میں بحوالہ احمد نسائی ابن جریر ابن مردویہ نیز صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۰ شمائل ترمذی ص ۲۹ میں عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے ہمراہ کھانا کھایا تو میں نے عرض کی کہ غفر اللہ لک یا رسول اللہ حضور کو اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں فرمائے اور تجھے بھی (اللہ پاک مغفرت فرمائے) اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے لئے مغفرت طلب کی گئی ہے۔

جواب } زیر بحث وہ مغفرت ہے جو کہ وفات کے بعد ہوتی ہے۔ زندگی میں آپ ہمیشہ مغفرت طلب فرماتے رہے جیسے کہ حدیثوں میں تصریح ہے اور دوسروں نے بھی آپ کے لئے شاذو نادر مغفرت طلب کی ہے۔ مگر وفات کے بعد آپ کے لئے استغفار کی ضرورت نہیں بس درود و سلام ہی کافی ہے۔

سلہ ایس تو انہوں نے معذرت پیش کر دی تھی۔ کہ یہ کلمہ نوجوان ناواقفوں نے کہا ہے دانشمندوں نے نہیں کہا اور ۲ مسلم اور شمائل میں یوں ہے کہ استغفر لک النبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی نے اس سے پوچھا کہ تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک سے مغفرت طلب کی ہے کہا کہ ہاں تیرے لئے بھی کیونکہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات (محمد) جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ سب کیلئے غفران طلب کرتے ہیں۔

سوال } بخاری مسلم میں مرفوعاً مروی ہے یغفر اللہ للوط۔ اللہ پاک

سلہ حاشیہ صفحہ ۴۴ پر ہے۔

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بخشے تو کیا یہ مغفرت وفات کے مدتوں بعد طلب نہیں کی گئی۔

جواب:- یہ روایت بالمعنی ہے کسی راوی نے مغفرت کو رحمت کا مرادف سمجھ کر ایسا بیان کر دیا ہے چنانچہ بخاری مسلم دونوں میں اس جگہ یوں ہے۔ کہ یرحم اللہ لوطاً اللہ پاک لوط (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر رحمت نازل فرمائے ۔۔۔ اسی طرح آپ نے جب کبھی کسی سابق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمایا تو رحم کا لفظ بولا غفر کا نہیں۔ مناوی میں بحوالہ مسند الفردوس مرفوعاً مروی ہے۔ کہ رحم اللہ اخی اسحاق ابن ابراھیم کان صبوراً اللہ پاک میرے بھائی اسحاق بن ابراہیم (علیہما الصلوٰۃ والسلام) پر رحم فرمائے کہ وہ صابر تھا۔ حافظ صاحب نے فتح الباری پارہ ۱۳ ص ۲۶۶ بحوالہ ابن حبان نقل فرمایا ہے

---

[1] زندگی میں اپنے لئے بھی اور مسلمانوں کیلئے بھی جیسے کہ ارشاد ہے کہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات (محمد) [2] اگر وفات کے بعد ابتداً اور ۲ جاری ہے جیسے کہ مجمع الزوائد [3] ۹ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح میں وفات کے بعد بھی تمہارے لئے اللہ پاک سے بخشش مانگتا رہوں گا۔

ابو داؤد مستدرک بیہقی میں عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب کے دفن فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استغفروا لاخیکم وسلوا له التثبیت فانه الآن یسئل اب اس سے سوال وجواب ہوگا۔ لہٰذا اس کیلئے استغفار کرو کہ اللہ پاک اسے سوالوں کا جواب ٹھیک سمجھائے یہ نبوی طریق کار ہے جو کہ امت کے لئے اسوہ حسنہ ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے بعد صرف درود وسلام پڑھا گیا ہے۔ استغفار نہیں کی گئی۔ اور بچوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی معصوم ہیں۔ (اثری)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم اللہ اخی یوسف اللہ پاک میرے بھائی یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر رحم فرمائے۔ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رحم اللہ موسیٰ اللہ پاک میرے بھائی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رحم فرمائے۔

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رحم اللہ موسیٰ قد اوذی اکثر من ھذا فصبر اللہ پاک موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رحم فرمائے اس نے بہت بڑی تکلیف اٹھا کر صبر فرمایا۔ جامع صغیر میں بحوالہ ابن عساکر مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ رحم اللہ یحییٰ اللہ پاک یحییٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر رحم فرمائے۔

یہ لفظ فضائل اور مناقب میں وارد ہوا ہے۔ رذائل اور معائب میں نہیں بخشش لکھر ریکم من رحمتہ (کہف) اتینا من لدنک رحمۃ (کہف) رحمۃ ربک (مریم) رحمۃ مناد مریم) اور بارش کے لئے یہ لفظ قرآن مجید میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ فرمایا کہ ابوبکر پر اللہ پاک رحم فرمائے کہ اس نے مجھے اپنی لخت کا رشتہ دیا اور مجھے ہجرت میں ساتھ دیا اور عمر پر اللہ پاک رحم فرمائے کہ وہ بے دھڑک حق گو ہے۔ اور عثمان پر اللہ پاک رحم فرمائے کہ اس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔ اور علی پر اللہ پاک رحم فرمائے کہ وہ سچائی کا حامی ہے (ترمذی)

نیز شہداء موتہ کہتے فرمایا کہ رحم اللہ زیداً اور کہ رحم اللہ جعفراً اور کہ رحم اللہ عبداللہ اللہ پاک زید پر رحم فرمائے۔ عبداللہ پر رحم فرمائے (رضی اللہ عنہم) کتب احادیث ملاحظہ ہوں۔

غفران دو طرح پر ہے۔ ایک تو نیک کاموں میں کوئی بات بھول کر غلط ہو گئی جیسے کہ نماز میں یا کہ جہاد میں اگر خود یاد آیا یا کہ کسی نے لقمہ دیا اور یاد کرایا تو سجدہ سہو کر دیا اور اگر یاد نہیں آیا اور نہ کسی نے لقمہ دیا تو نماز کے بعد سہ بار استغفار کرے جیسے کہ حدیث نبوی میں آیا ہے۔

اس قسم کے کاموں کی غفران نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی تک محدود ہے۔ اس کے بعد بات ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وفات کے بعد استغفار کی ضرورت نہیں اور دوسری قسم کے کام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے وقوع میں نہیں آتے تو غفران کی ضرورت نہ زندگی نہیں اور نہ وفات کے بعد مزید تفاصیل دو دلائل القول المختار فیما در رد فی النبی المختار میں ملاحظہ ہوں جسے میں کافی عرصہ سے شائع کر چکا ہوا ہوں۔

جنازہ نبویہ کی ایک اور کیف

مجمع الزوائد جلد ۹ میں جو ایک طویل روایت بحوالہ طبرانی جابر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اس میں یوں بھی ہے کہ فاذا انتم وضعتمونی فی المسجد فاخرجوا فانی اول من یصلی علی الرب عزوجل من فوق عرشہ ثم جبرئیل علیہ السلام ثم میکائیل ثم اسرافیل علیہما السلام ثم الملائکۃ زمراً زمراً ثم ادخلوا فقوموا صفوفاً لا یتقدم علی احد الحدیث اور کہ فقمنا صفوفاً کما امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اگرچہ اس روایت کی بابت صاحب کتاب نے فرمایا ہے۔ کہ وفیہ عبد المنعم بن ادریس وھو کذاب وضاع اس کی سند میں عبدالمنعم ایک راوی جھوٹا ہے اور وہ حدیث گھڑ لیا کرتا ہے۔ تاہم میں اسے اپنے مندرجہ ذیل مطلب کی رو سے مفر نہیں کرتا۔

جب مجھے نہلا دھلا کفنا چارپائی پر رکھ دیا جائے۔ تو پھر اسے مری مسجد میں لیجا کر رکھ دیا جائے۔ تاکہ اللہ پاک اور اس کے فلاں فلاں فرشتہ دیز دیگر تمام فرشتے میری بابت اپنا کام سرانجام دیں چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا اور جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکبیروں کے ساتھ ہم نے بھی تکبیریں پڑھیں اللہ پاک اور اس کے فرشتوں کی کیف صلوٰۃ تو قرآن مجید سے ظاہر ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی (احزاب) اور کہ ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ

(احزاب) اور مسلمانوں کی کیف نماز شریعت اسلام نے بیان فرمادی ہوئی ہے اور میں بیان کر آیا ہوں۔ کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ میں فرشتے شامل ہوئے تھے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں بھی وہ شامل ہوئے ہوں تو کوئی مانع نہیں اور جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امامت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کو مانع نہیں جیسے کہ اس نے کعبہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کرائی تھی (بخاری مسلم) ایسے ہی یہاں پر بھی اس نے کرائی ہوگی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے بکبر کی حیثیت سے ہوں گے جیسے کہ ایام مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کرائی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بکبر کی حیثیت سے کھڑے تھے۔ فکان ابوبکر یصلی بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس یصلون بصلوٰۃ ابی بکر (بخاری) اور کہ یقتدی ابوبکر بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس مقتدون بصلوٰۃ ابی بکر (بخاری) اور کہ وابوبکر یسمع الناس التکبیر (بخاری) اور ان کی سماعت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکبیروں سے ہوتی تھی۔

اہل تشیع اور جنازہ نبویہ

مولوی کرم دین صاحب (بھین جہلم) نے آفتاب ہدایت ص۲۳۱ میں بحوالہ کافی کلینی ص۱۸۵ بیان کیا ہے کہ "عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال اتی العباس امیرالمومنین فقال یا علی ان الناس اجتمعوا ان یدفنوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بقیع المصلی وان یؤمہم رجل فخرج امیر المومنین الی الناس فقال یا ایھا الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حیا ومیتا وقال انی ادفن فی البقعۃ التی قبض فیہا ثم قام علی الباب فصلی علیہ ثم امر الناس عشرۃ عشرۃ یصلون ثم یخرجون

ترجمہ کہ امام جعفرؓ نے فرمایا حضرت عباسؓ حضرت امیرؓ کے پاس آئے

ے ص۵۰ پر ہے

اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ کہ رسول پاکؐ کو جنت بقیع میں دفن کریں۔ اور یہ کہ ان لوگوں سے ایک شخص (ابوبکرؓ) امام ہو پس امیرؑ لوگوں کے پاس آئے اور کہا کہ رسول پاکؐ زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں اور آپ نے فرمایا کہ میں اسی جگہ دفن کیا جاؤں جہاں میرا انتقال ہو دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور خود نماز جنازہ پڑھی پھر لوگوں کو حکم دیا دس دس آدمی نماز پڑھتے اور چلے جاتے تھے

اس روایت سے ثابت ہے کہ بوقت جنازہ رسولؐ حضرت ابوبکرؓ موجود تھے۔ اور لوگوں کا اس پر اتفاق تھا کہ آپ کو امام بنایا جائے لیکن جناب امیرؑ کے کہنے پر کہ امام کی ضرورت نہیں دس دس اشخاص نے بلاامامت نماز پڑھی پھر کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ابوبکرؓ نے نماز نہیں پڑھی ممکن ہے کہ اس سے متعصب تشیع کی تسلی نہ ہو کیونکہ اس روایت میں بالاشارہ حضرت ابوبکرؓ کے امام بنائے جانے کی خواہش کا ذکر ہے۔ تاہم بالتصریح موجود نہیں۔ لو اب ہم آپ کو وہ روایت دکھاتے ہیں جس میں ابوبکرؓ کا نام درج ہے۔ جلاء العیون اردو مطبوعہ جعفری لکھنؤ جلد اول صفحہ ۹۰ میں ہے جناب صادقؑ سے روایت ہے کہ عباسؓ جناب امیرؑ کی خدمت میں آئے اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ حضرتؐ کو بقیع میں دفن کریں اور ابوبکرؓ آگے ہو کر نماز پڑھائے جناب امیرؑ نے کہا بدرستیکہ رسول خدا پیشوا اور امام ہمارے ہیں حیات و ممات میں حضرتؐ نے خود فرمایا تھا۔ کہ میں دفن ہوں گا جہاں میری روح قبض کی جائیگی

نیز موصوف نے آفتاب ہدایت ص ۲۲۰ میں بحوالہ اصول کافی ص ۲۸۹ یوں بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلت علیہ الملائکۃ والمہاجرون والانصار فوجاً فوجاً۔

ترجمہ: امام باقرؑ نے فرمایا جب نبی علیہ السلام فوت ہوئے تو آپ پر فرشتوں

ف۱ اگر حجرہ میں صرف اتنی گنجائش ہے اس سے زیادہ نہیں تو پھر تیس ہزار افراد نے اتنے وقت میں جنازہ پڑھ کر فارغ کیسے ہوئے اسلئے میں نے اسے آخری زیارت پر محمول کیا ہے کہ وہ درود و سلام کے ساتھ چہرہ مبارک کی زیارت کریں اور نکلتے جائیں تاکہ جلدی فارغ ہوں (اثری)

اور تمام مہاجرین اور انصار نے فوج در فوج نماز جنازہ پڑھی۔
یہ مانی ہوئی بات ہے کہ الف لام جب صیغہ جمع پر واقع ہو تو استغراق کا معنی دیتا ہے۔ اس لئے بقول حضرت امام جب جمیع مہاجرین و انصار کا نماز جنازہ رسول پڑھنا ثابت ہے۔ تو پھر شیعہ کی بکواس کہ شیخین نے آپکا جنازہ نہیں پڑھا۔ کیا وقعت رکھتا ہے تم سچے ہو یا حضرت امام سچے
موصوف نے اس جگہ شیعہ کی کتاب اخبار ماتم مطبوعہ مطبع حسینی رامپور مجلس اوّل سے نقل فرمایا ہے۔ کہ "عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال الناس کیف الصلوٰۃ علیہ فقال علی علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لامنا حیاً و میتنا فدخلوا علیہ عشرۃ عشرۃ فصلوا علیہ یوم الاثنین و لیلۃ الثلثاء حتی الصبح و یوم الثلثاء حتی صلی علیہ صغیرھم و کبیرھم و ذکرھم و انثاھم و نواحی المدینۃ بغیر امام:
حضرت باقرؒ نے فرمایا لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور علیہ السلام پر کس طرح نماز پڑھیں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ زندگی میں اور بعد وفات بھی ہمارے امام ہیں۔ دس دس نے داخل ہو کر آپ پر نماز پڑھی پیر کے دن اور منگل کی رات صبح تک نماز ہوتی رہی اور منگل کے دن حتی کہ تمام چھوٹے بڑے مرد عورت مدینہ اور ارد گرد کے لوگوں نے بغیر امام کے نماز پڑھی"
مولوی صاحب موصوف نے اس کتاب ص۱۹۹ میں فروع کافی سے یوں بھی نقل فرمایا ہے۔ کہ عن یونس بن یعقوب قال سئلت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن جنازۃ اصلی علیہا بغیر وضوء فقال نعم ھو تکبیر و تسبیح و تشھد" امام جعفر نے فرمایا کہ (یہ) جنازہ صرف تکبیر تسبیح کلمہ شہادت (پر محمول) ہے لہذا اس کے لئے وضوء کوئی شرط نہیں
اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ باقاعدہ نماز جنازہ باجماعت کے بعد جو لوگوں کو درود و سلام اور تکبیر و تسبیح اور شہادت جمیع کا موقع دیا گیا تھا۔

وہ دراصل آخری زیارت کے طور پر تھا۔ ورنہ بغیر وضو نماز نہیں اور استقبال قبلہ بھی شرط ہے اور تکبیر تحریمہ بھی شرط ہے اور قیام بھی ضروری ہے اور قراۃ فاتحہ بھی ضروری ہے اور درود و سلام بھی ضروری ہے اور دونوں طرف چہرہ پھیر کر سلام کے ساتھ خارج ہونا بھی ضروری ہے۔

مختصر مزنی میں امام شافعیؒ سے منقول ہے۔ کہ والغسل والصلوٰۃ لا یخرج منھما الامن اخر جہ رسول اللہ علیہ وسلم میت کو غسل دینا اور اس پر نماز جنازہ پڑھنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنا مقرر کیا ہوا اصل اور ضابطہ ہے۔ اس سے صرف وہی شخص مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ جسے خود آپ نے ہی مستثنیٰ فرمایا ہے۔ اس سے کسی کو مستثنیٰ کرنا امت سے کسی فرد کا حق نہیں۔ صحیح بخاری میں نبوی ارشاد ہے۔ کہ اگر کوئی احرام کی حالت میں مرا ہے۔ تو اغسلوہ بماء وسدر وکفنوہ فی ثوبیہ ولا تخمروا راسہ ولا تحنطوہ فان اللہ یبعثہ یوم القیامۃ ملبیاً۔ اسے نہلایا دھلایا جائے۔ اور اس کی دونوں چادروں میں اسے کفن دیا جائے۔ اور اسے حنوط نہ لگایا جائے اور اس کے سر (اور چہرہ) کو ننگا رکھا جائے کہ وہ قیامت کے دن لبیک پکارتا ہوا کھڑا ہوگا۔

غسل کی ہدایت فرما کر حنوط اور تخمیر سے روکا ہے مگر جنازہ سے نہیں روکا۔ بلکہ اس کا ذکر تک بھی نہیں فرمایا کہ اپنے اصل پر قائم ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ صاحب نبوت کا جنازہ کیوں نہیں حالانکہ اس کی تصریح بھی ہے اور تکبیروں کا ذکر بھی ہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا ذکر بھی ہے۔ اور دیگر ضوابط شریعت بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

جس اصل طے شدہ کی بنا پر رسول اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا ہے اس اصل طے شدہ کی بنا پر نماز جنازہ بھی ادا کی گئی ہے

وضو کیا گیا صف بندی ہوئی امام کھڑا ہوا استقبال قبلہ ہوا تکبیر تحریمہ

ہوئی جس کے ساتھ کانوں یا کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر باندھے گئے۔ سورہ فاتحہ وغیرہا کی قراۃ ہوئی دیگر سہ تکبیرات ہوئیں جن میں درود وسلام پڑھا گیا اور دائیں بائیں چہرہ پھیر کر سلام پھیرا گیا۔ ان امور کی کسی روایت میں ممانعت اور ترک کی تصریح نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے جنازہ اور اس میں چار تکبیروں کی تصریح عموماً اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ اور اس میں چار تکبیروں کی تصریح خصوصاً میں بیان کر آیا ہوں۔

صحیح مسلم مسند امام احمد نسائی ابن ماجہ میں سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے اپنی مرض الموت میں وصیت فرمائی۔ کہ میرے لئے لحد بنائی جائے اور اسے اینٹوں سے بند کیا جائے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا تھا۔

سب سے پہلے نبی اللہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے یہ کام شروع ہوا جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا اور قیامت تک ممتد ہے فاذا اشیر الی احدھما قدم فی اللحد الحدیث رواہ البخاری مرفوعاً اور کہ اللحد لنا والشق لغیرنا الحدیث رواہ ابوداؤد مرفوعاً) فلما اخذنا فی تسویۃ اللبن علی اللحد الحدیث رواہ ابن ماجہ مرفوعاً ص ۱۱۲ والطبرانی والبیہقی جلد ۳ ص ۵۵ لحد پر جب اینٹوں کو رکھا گیا۔ تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر اللھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھا منك رضوانا۔ اور وفاء ص ۸۲ جلد ۲ میں مکحول سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو آپ کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کی لحد کو اینٹوں سے بند کیا گیا تھا۔ اور مستدرک ص ۴۷ جلد ۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جب لحد رکھوا کر اینٹوں کو جوڑوایا تو پھر ان کی جھریوں کو بھی بند کروایا تھا۔

سعد رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا۔ بلکہ باضابطہ شرعیہ جنازہ پڑھایا گیا اور لحد بنائی گئی اور اینٹوں سے اسے بند کیا گیا۔ جیسے کہ میں یہاں اور شروع میں بیان کر آیا ہوں اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ جیسے کہ فرشتوں نے ہدائیت کی تھی۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم نے اخبار اہل حدیث مورخہ ۱ اپریل ۱۹۴۲ء میں اہل تشیع کے اس اعتراض کا کہ

"حضرت ابوبکر وغیرہ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا"[1] یوں جواب دیا ہے۔

"ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ صحابہ کرامؓ کی عداوت میں ایسے غافل کیوں ہو گئے ہیں۔ کہ ان کو اپنی مذہبی کتب کی تصریحات کا بھی علم نہیں رہا معترض کے جواب میں ہم شیعہ کی معتبر کتاب حیات القلوب سے اصل عبارت پیش کرتے ہیں جو یہ ہے۔

بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ اند کہ عباس بخدمت حضرت امیر المومنین (علیؓ) آمد و گفت کہ مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسول را در بقیع دفن کنند و ابوبکر بالیستد و بر آنحضرت نماز کنند[2] حیات القلوب جلد سوم ص ۸۹۶

یعنی امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ حضرت علیؓ کے پاس آکر کہنے لگے۔ کہ لوگ اس بات پر متفق ہیں۔ کہ

---

[1] یہ نیا اعتراض ہے پرانا نہیں ورنہ اسے شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں ذکر فرما کر جواب دیتے یہ بعد میں پیدا ہوا ہے اور مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس کا اچھا جواب دیا ہے (اثری)

[2] مولوی عبدالعزیز صاحب ملتانی نے اپنے رسالہ میں اس کے بعد یوں بھی نقل فرمایا ہے۔ کہ "تا آنکہ خورد و بزرگ و مرد و زن اہل مدینہ ہمہ بر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم چنین نماز کردند" تمام چھوٹے بڑے مرد و زن نے جنازہ پڑھا۔

آنحضرت کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے اور حضرت ابوبکرؓ پیش امام ہو کر آنحضرت پر نماز جنازہ پڑھائیں۔

اس عبارت سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں شریک تھے اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر لگ رہی تھی اور انہیں کو امامت کا اہل سمجھتے تھے۔ مگر علی رضی اللہ عنہ نے کسی مصلحت سے نماز جنازہ خود پڑھائی

نوٹ } شیعہ دوستو! اس روایت کو انصاف سے دیکھو اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو ملحوظ رکھ کر اس کو سمجھو کہ یہ روایت نہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم کی شرکت جنازہ کا فیصلہ کرتی ہے۔ بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آئندہ خلافت پر روشنی ڈالتی ہے کیونکہ بقول حضرت عباس رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام بالاتفاق چاہتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ کی امامت کرائیں۔ اس لئے ہم بھی آپ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ

ابوبکر } کیا جانیں تجھ میں کیا ہے کہ لوٹے ہے تجھ پر جی
یوں اور کیا جہان میں کوئی حسیں نہیں"

خط کشیدہ الفاظ پر مولوی صاحب کا اوپر تو کوئی حوالہ نہیں گزرا اگر یہ ٹھیک ہے تو پھر آپ نے دوسری جماعت کرائی ہوگی۔ پھر دیگر ایسے لوگوں کو جو اس وقت بھی پہنچ نہیں سکے ہوں گے اجازت دیدی کہ اپنے طور پر درود سلام پیش کریں۔ اور آخری زیارت سے مشرف ہوں بار بار جماعت کا تکرار کوئی ضروری نہیں۔ اور عورتوں کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیا گیا۔

ترک جماعت کے وجوہ اور انکی تغلیط

صادق مصدوق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاں فوت ہوا وہاں دفن ہوئے ۔۔ یہ ایک جداگانہ مسئلہ ہے۔ جو یہاں اتفاقاً آگیا ہے

اس لئے میں اسے بھی مزید واضح کر دیتا ہوں کہ جنازہ منفردہ کی یہ سب روایات جب مراسیل اور ضعاف میں تو دفن کا قانون بھی لاہنیں ہیں ہے۔ تو وہ کیسے صحیح ہوا پھر آپ کا دفن غلط ہوا بقیع غرقد میں مناسب تھا۔ جیسے کہ اصولاً طے ہو چکا ہوا ہے۔ تو معروض ہے کہ جنازہ کا تحفظ روایات کے سپرد ہے۔ کہ یہ وقتی بات ہے اور روایات میں محفوظ نہیں رہا۔ لیکن دفن روایات کے سپرد نہیں۔ بلکہ اب بھی مشاہدہ ہو رہا ہے۔ کہ وہ سیج سج وہاں پر ہی مدفون ہیں اور جنازہ کا اب کوئی مشاہدہ نہیں کر وہ کیسے ہوا تھا۔ اصولِ شریعت کے پیش نظر یہی ماننا پڑے گا۔ کہ اس کے مطابق ہوا ہے۔ خلاف ہرگز نہیں۔

ابن ماجہ ص۱۱۸ کے حاشیہ پر امام نوویؒ سے منقول ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھا گیا ہے۔ یا کہ نہیں بعض کا خیال ہے کہ پڑھا تو گیا مگر جماعت نہیں ہوئی اور بعض کا خیال ہے کہ اصلاً جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اس کے کئی ایک وجوہ بیان ہوئے ہیں۔ ایک بڑی وجہ یہ ہے، کہ امام کا انتخاب نہیں ہوا تھا۔ مگر یہ وجہ بھی غلط ہے کہ پنج وقتہ نماز با جماعت ہو رہی ہے جس کا تعطل ہرگز ممکن نہیں وفات کے بعد سب سے پہلا مسئلہ انتخاب کا تھا جس کے طے ہونے پر تجہیز وغیرہ موقوف ہے جب وہ طے ہو کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب وقوع میں آ گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان امور کی انجام دہی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہدایہ و نہایہ اور تنویر الحوالک میں اس اختلاف کے کئی ایک اسباب بیان کئے ہیں اور سب بیکار ہیں۔ صرف ایک وجہ کی طرف ذی علموں کا زیادہ رجحان ہے کہ ابھی تک کوئی خلیفہ منتخب نہیں ہوا تھا۔ اور دفن میں دیر ہو رہی تھی۔ اس لئے یہ صورت پیش آ گئی۔ مگر سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص۳۴۳ میں محمد بن اسحاق صاحب مغازی سے منقول ہے کہ فلما بویع

ابوبکر رضی اللہ عنہ اقبل الناس علی جہاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الثلثاء جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب[1] وقوع میں آگیا تو آپ کی تجہیز شروع ہوئی اور یہ منگل کا دن تھا۔ ابن جریر نے تاریخ الامم جلد ۳ صفحہ ۲۰۳ میں فرمایا ہے کہ فلما بویع ابوبکر اقبل الناس علی جہاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کے بعد تجہیز شروع ہوئی اور کامل ابن الاثیر میں یہی الفاظ منقول ہیں

امام نووی نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱ میں فرمایا ہے کہ لانہم رأوا المبادرۃ بالبیعۃ من اعظم مصالح المسلمین وخافوا من تاخیرھا حصول خلاف ونزاع تترتب علیہ مفاسد عظیمۃ ولھذا اخروا دفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی عقدوا البیعۃ لکونھا کانت اھم الامور کیلا یقع نزاع فی مدفنہ او کفنہ او غسلہ او الصلوٰۃ علیہ او غیر ذالک ولیس لہم من یفصل الامور فرأوا تقدیم البیعۃ اہم الاشیاء واللہ اعلم صحابہ کرام کے نزدیک انتخاب خلیفہ سب سے زیادہ ضروری تھا کہ اس کی نگرانی میں تغسیل اور تکفین اور نماز جنازہ اور تدفین جیسے امور سرانجام پائیں اور ان امور میں کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا ہو کر امت کا شیرازہ نہ بکھر جائے۔

[1] تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۰۱ میں عمرو بن حریث سے مروی ہے کہ میں نے سعید بن زید سے پوچھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کس دن ہوئی تھی۔ فرمایا کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اسی دن موصوف کی بیعت ہو گئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ اس دن کا آخری حصہ بھی بیعت کئے بغیر گزاریں میں نے پوچھا کہ کیا کوئی اس بیعت کا مخالف بھی تھا فرمایا کہ کوئی مخالف نہیں اور یہاں پر یوں بھی مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی دن بیعت کرلی تھی۔ میرا خیال ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے دن مسجد میں بیعت کی ہے جبکہ عام اجتماع ہوا تھا۔ صحیح بخاری مسند امام احمد سیرت ابن اسحاق میں مروی ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ سے مرض الموت میں علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بہت نازک ہے ان سے پوچھ لیا جائے۔ کہ آپکے بعد خلیفہ کون ہوگا۔ فرمایا کہ میں ہرگز نہیں پوچھوں گا مجھے کوئی امید نہیں کہ وہ ہمیں نامزد کریں فرمایا کہ اچھا میری بات یاد رکھنا آج سے تین دن بعد آپکو عبد العصا ہونا پڑیگا۔ یعنی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونگے اور آپکو ماننا پڑیگا اسکے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ اور یہ جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد جو کہ نبی[2] کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوئی آپ نے بیعت کی تھی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وراثت کے باب میں جو مناقشہ ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے تجدید بیعت کی تھی جیسے کہ حافظ صاحب نے بدایہ میں فرمایا ہے (اثری)

اور حافظ صاحب نے بدایہ جلد ۵ صفحہ ۲۶۰ میں فرمایا ہے کہ انہم رضی اللہ عنہم اشتغلوا ببیعۃ الصدیق بقیۃ یوم الاثنین وبعض یوم الثلثاء فلما تمہدت وتوطدت وتمت شرعوا بعد ذالک فی تجہیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل ما اشکل علیہم بابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نیز صفحہ ۲۴۸ فرمایا کہ قلت کان ھذا فی بقیۃ یوم الاثنین فلما کان الغد صبیحۃ یوم الثلثاء اجتمع الناس فی المسجد فتمت البیعۃ من المہاجرین والانصار قاطبۃ وکان ذالک قبل تجہیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما۔ سوموار کے دن آپ فوت ہوئے تو اس وقت خلافت کا مسئلہ پیش ہوکر مشورہ ہوتا رہا اور منگل کے دن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں بالاتفاق فیصلہ ہوکر تجہیز وتکفین شروع ہوئی

حافظ صاحب نے بدایہ جلد ۵ صفحہ ۲۶۵ میں فرمایا ہے۔ کہ لیس لاحد ان یقول لانہ لم یکن لہم امام لانا قد منا انہم شرعوا فی تجہیزہ علیہ السلام بعد تمام بیعۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ وارضاہ یہ معذرت کسی طرح بھی ٹھیک نہیں کہ امام کا انتخاب نہ ہونیکی وجہ سے علیحدہ علیحدہ جنازہ پڑھا گیا تھا۔

اچھا تو اگر یہ بڑی وجہ بھی غلط ہے تو پھر نماز جنازہ باجماعت بحسب ہدایات شریعت ضرور ہوئی ہے اور یہ انفرادی صورت اس سے جداگانہ ہے جو کہ آخری زیارت سے متعلق ہے۔ اگر جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھنا تھا۔ اور جماعت نہیں کہ کرائی تھی تو پھر انتخاب کی وجہ سے اس کی تاخیر بے معنی ہوجاتی ہے

امام بیہقی ابن سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۳۰ میں امام شافعیؒ سے نقل فرمایا ہے۔ کہ وذالک لعظم امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بابی ھو امی وتنافسہم فی ان لا یتولی فی الصلوٰۃ علیہ واحد وصلوا علیہ مرۃ بعد اخری۔ جنازہ نبویہ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کی شان بہت بلند ہے اور لوگوں کی آمد بہت زیادہ تھی۔ اس لئے ایک باجماعت کے بعد انہیں علیحدہ علیحدہ جنازہ کی

اجازت دیدی گئی تھی۔ بار بار جماعت سے افتراق اور پارٹی بندی کا شبہ پیدا ہو جاتا۔ اور یوں بھی دفن میں تاخیر ہو جاتی۔

صحیح بخاری، مسند امام احمد، سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بہت نازک ہے ان سے پوچھ لینا مناسب ہے کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا فرمایا کہ میں تو پوچھ نہیں سکتا۔ کہ مجھے امید نہیں۔ کہ وہ مجھے نام زد فرمائیں فرمایا کہ تو اچھا میری بات یاد رکھنا آج سے تین دن بعد تجھے عبد العصاء ہونا پڑیگا۔ یعنی کہ خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اور تجھے ماننا ہی پڑے گا۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوگا۔

علاوہ اس کے جس اصل کی بنا پر وہ یہاں دفن ہوئے وہ دیگر صحیح اسانید سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا ذکر ہے کہ انہوں نے جناب الٰہی میں عرض کی میں اپنی قبر بیت المقدس کی سرحد پر چاہتا ہوں اس لئے مجھے اس قدر مہلت دی جائے۔ کہ میں وہاں تک پہونچ جاؤں چنانچہ وہ وہاں پر پہونچے جہاں دفن پسند تھا تو روح قبض ہوئی اگر یہ ضابطہ نہیں تو وہ اپنے خادموں کو وصیّت فرما دیتے کہ مجھے وہاں لے جا کر دفن کیا جائے۔ اللہ پاک سے ایسی التجا کی کوئی ضرورت نہیں کہ مجھے وہاں پہنچا کر وفات دی جائے حافظ صاحب نے فتح الباری میں اس حدیث پر اس ضابطہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور اس التجاء اور اس کی قبولیت میں یہ بھی ملحوظ

لے استثناء باب ۳۴ میں ہے کہ "آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس کی تردید فرما دی ہے کہ میں اسے جانتا ہوں۔ اور بتا دیتا ہوں اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ موسوی توراۃ نہیں بلکہ مدتوں بعد اسے کسی نے لکھا ہے۔ اتر کا

ہے کہ اس کی نعش کو اٹھا کر لئے پھرنا بھی ٹھیک نہیں. اگر یہ صورت ٹھیک ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مسجد سے باہر کسی وسیع جگہ میں لے جا کر پڑھایا جاتا مگر ایسا نہیں کیا گیا کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔

ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ میں عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسٰی ابن مریم یدفن معہ قال ابو مودود وقد بقی فی البیت موضع قبر۔ ہم نے توراۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت دیگر پیشگوئیوں کے ساتھ یہ بھی پڑھا ہے کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر آپ کی قبر کے ساتھ ہوگی۔

مشکوٰۃ میں بحوالہ کتاب الوفا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ینزل عیسٰی ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا و اربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسٰی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر۔ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام (السماء) سے ارض کی طرف نازل ہوں گے۔ اور پینتالیس ۴۵ سال تک تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کے بعد فوت ہوکر میرے حجرہ میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے درمیان مدفون ہوں گے۔

در منثور میں بحوالہ تاریخ بخاری اور طبرانی عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یدفن عیسٰی ابن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دفن ہوں گے۔ اور یہ قبر اس حجرہ میں چوتھی ہوگی۔

موطا امام مالک میں معلقا اور طبقات ابن سعد اور دلائل بیہقی اور مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۹۵ میں موصولا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رأیت

ملہ اس لفظ پر حاشیہ گزر چکا ہے سلہ امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے اسے صحیح بتایا ہے (اثری)

ثلاثۃ اقمار سقطن فی حجرتی فقصصت رویای علی ابی بکر الصدیق قالت فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودفن فی بیتہا قال لہا ابوبکر ھذا احد اقمارک وھو خیرھا۔ میں نے تین چاند اپنے حجرہ میں گرتے ہوئے دیکھے تو میں نے (اپنا یہ خواب اپنے باپ) ابوبکر صدیقؓ سے بیان کیا تو (آپ خاموش رہے کوئی تفسیر نہیں فرمائی) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ان ہر سہ چاندوں سے یہ پہلا چاند ہے۔ اور یہ ان سے بہتر ہے۔ اور ابن سعد میں یوں بھی ہے۔ کہ رائت فی حجرتی ثلاثۃ اقمار فاتیت ابابکر فقال ما اولتہا قلت اولتہا ولدًا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسکت ابوبکر حتی قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خیر اقمارک ذھب بہ ثم کان ابوبکر وعمر دفنوا جمیعا فی بیتہا۔ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ تین چاند میرے کمرے میں گرے ہیں۔ تو میں نے اس کی تعبیر یہ سمجھی کہ میرے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بچے پیدا ہوں گے مگر (میرے والد صاحب) ابوبکرؓ اسے سنکر خاموش رہے پھر جب رسول اللہ علیہ وسلم فوت ہوکر اس میں دفن ہوئے تو والد صاحب نے فرمایا کہ ایک چاند تو تجھے وصول ہو گیا ہے۔ اب باقی دو رہے پھر وہ اور عمرؓ فوت ہو کر اس میں دفن ہوئے (رضی اللہ عنہما)

سوال } جب عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدفن بھی اس میں ہے۔ تو پھر چار چاند ہوئے تین کی رویت غلط ہوئی۔

جواب } اگر چار چاند دیکھتی تو عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام یا تو اس کی زندگی میں نازل ہو کر دفن ہوتے یا پھر اسے اس کے نزول تک زندہ رکھا جاتا اور یہ دونوں کام ممکن نہیں۔ اس لئے اسے تین دکھائے گئے اور تین ہی اس نے دفن ہوتے دیکھے بس ٹھیک ہے۔ اس کے مرنے کے بعد جو دفن ہوگا۔ نہ خواب میں اسے دیکھا اور نہ بیداری میں دیکھا۔

سوال } اب تو نبوت ختم ہے۔ جب اس کا دروازہ کھلا تھا۔ تو اگر وہ کسی دوسرے کی جگہ میں فوت ہو جاتا تو کیا اس جگہ اسے دفن کر دیا جاتا تھا یا کہ اسے اٹھا کر اس کی اپنی جگہ یا کہ اس کی قوم کی ملکیت میں دفن کیا جاتا تھا۔ جیسے آج کوئی سٹیشن لاہور کے پلیٹ فارم نمبر ۱ میں یا کہ اسی طرح کلکتے بمبئے میں فوت ہو جائے۔ تو کیا اسے وہاں ہی دفن کر دیا جائے۔

جواب } حدیث زیر بحث غسل مصطفی جلد ۲ میں بیان ہوئی ہے۔ بلکہ ص ۲۱۸ پر یہ حدیث بحوالہ کنز العمال جلد ۶ ص ۱۱۹ یوں درج ہے کہ ما من نبی تفقد امتہ علی دفنہ الا دفنوہ فی الموضع الذی قبض فیہ اگر کوئی امت اپنے فوت شدہ نبی کو کہیں سے کہیں لے جائے۔ اور اس کا مدفن کسی دوسری جگہ بنائے تو اسے اللہ پاک، اس کی قدرت نہیں دیگا۔ اگر وہ لاہور میں فوت ہو کر اس کے قبرستان میں دفن ہو جائے تو دوسرے ترجمہ کے لحاظ سے اس کی گنجائش ہے۔ مگر اللہ پاک کا یہ ایک خاص تصرف ہے۔ کہ اس نے ایسا نہیں ہونے دیا۔

یہ وہ کتاب ہے جو مرزا صاحب کی زندگی میں شائع ہوئی اور اس پر خلیفہ اور امیر دونیز دیگر اکابر علمائے سلسلہ احمدیہ کے دستخط تصدیق بھی ثبت ہیں۔ مگر انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ وہ اسے لاہور سے قادیان لے جا کر دفن کریں گے۔ اور یوں اس کے دعوی نبوت کو باطل ٹھہرائیں گے

سوال } پیدائش باب ۵۰ میں ہے کہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام مصر میں فوت ہوئے اور یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وصیت فرمائی کہ مجھے کنعان کی زمین میں دفن کریں کہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے حسب وصیت اسے کنعان[1] میں لیجا کر دفن کیا اور پھر واپس چلے آئے۔

[1] قال السعید فی قاموسہ الکنعانیون امۃ تکلمت بلغۃ تضارع العربیۃ اولاد کنعان بن سام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام فقال صاحب السبائک کنعان بن سام وکنعان تعالیٰ صاحب ارض القرآن ص ۱۰۳ ج ۱ (اثری)

جواب } وائتونی باھلکم اجمعین (یوسف) ورفع ابویہ علی العرش و خروالہ سجدا۔ یا ابت ھذا تاویل رویای من قبل قد جعلھا ربی حقا (یوسف) اور کہ ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من (بقرہ) آیات کریمات سے بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مصر میں فوت ہوئے تھے۔ مگر جس وصیت کا قرآن مجید نے ذکر فرمایا ہے۔ اس کا بائیبل نے دھوال تک نہیں نکالا اور جس کی طرف اشارۃً تک نہیں کیا اسے بیان کر دیا ہے۔

اگر انہوں نے کوئی ایسی وصیت بھی کرنی تھی تو صاف فرما دیتے کہ مجھے وہاں پہنچا دو کہ میں وہاں پر فوت ہو کر دفن ہونا پسند کرتا ہوں کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی وفات کی پیشتر خبر ہو جاتی ہے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں فرمایا لہٰذا یہ غلط ہے

اگر یہ وصیت ٹھیک ہے۔ جو مصری زندگی میں کبھی ہوئی ہوگی تو اس کے آخری ایام میں وہاں چلے گئے ہوں اور وہاں جا کر بیمار ہو گئے ہوں۔ اور اس کی اطلاع پا کر بیٹے سب پہنچے ہوں اور قرآن مجید کی بیان کردہ وصیت سن کر انہیں ان کی وصیت مطابق دفن کیا ہوگا۔

سوال } بیان کیا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مصر سے اپنے جدی ملک میں لے جا کر دوبارہ دفن کیا تھا۔ اسے قدرت کیسے ہوئی اور کہ کیا اس کی نبوت پر کچھ اثر پڑا تھا۔ جو کہ مرزا صاحب کی نبوت پر اثر ڈالا جا رہا ہے

جواب ۱ } اس روایت کی صحت کا اس وقت مجھے علم نہیں۔

جواب ۲ } اس روایت کے تمام طریقے اس وقت مجھے مستحضر نہیں

جواب ۳ } دفن تو وہاں ہی ہوئے جہاں فوت ہوئے اور یہ ذکر صدیوں بعد کا ہے۔

جواب ۴ } روایت میں ہڈیوں کا ذکر ہے جسم کا نہیں جیسے کہ پیدائش باب ۵۰ میں ہے کہ "تم میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جائیو"۔

جواب ۵ } پھر یہ اس کے خلاف ہے جو کہ مرفوعاً مروی ہے کہ ان اللہ حرم[1] علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسموں کو مٹی نہیں کھایا کرتی۔ یہ حدیث ابوداؤد[1] اور نسائی[2] اور ابن ماجہ[3] اور مستدرک[4] کے ابواب جمعہ میں مرفوعاً مروی ہے۔ اور ۴ نے اسے صفحہ ۲۶ جلد ۴ میں مکرر بیان فرما کر اسے بخاری مسلم کی شرط پر بتایا ہے اور امام ذہبیؒ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے اور یہ مسند امام احمد[5] ابن خزیمہ[6] ابن حبان[7] سنن سعید[8] بن منصور ابن ابی شیبہ[9] طبرانی[10] دلائل[11] ابو نعیم میں بھی ہے

حیاۃ الحیوان صفحہ ۲ جلد میں ہے۔ کہ وذکرہ ابو جعفر الداؤدی ھذا الحدیث زیادۃ ذکر الشھداء والعلماء والمؤذنین قال وھذا زیادۃ غریبۃ لکون الداعی من اھل الثقۃ والعلم۔ اسی حدیث کے بعض طرق میں شہید اور مؤذن اور عالم کو شامل فرمایا ہے جیسے۔ کہ مندرجہ ذیل امید سے ظاہر ہے

مسلم وغیرہ میں صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن تامر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جسے اصحاب الاخدود نے شہید کیا تھا۔

صحیح بخاری کی پارہ میں ہے کہ ابن عبدالملک کے زمانہ میں حجرہ شریفہ کی

---

[1] پوری روایت یوں ہے کہ دور سے مجھے درود و سلام فرشتوں کے ذریعہ پہنچے گا اور قبر کے پاس خود سن لوں گا جس پر سوال ہوا کہ آپ کا جسم تو بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ فرمایا کہ نہیں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام سالم رہتے ہیں۔ بوسیدہ نہیں ہوا کرتے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت میں حدیث نبوی بیان کر آیا ہوں کہ وہ میری قبر پر تشریف لا کر سلام کہیں گے اور میں انہیں جواب دونگا

[2] امام حاکم نے اسے مستدرک کتاب الاھوال صفحہ ۲۶ جلد ۴ میں بیان فرما کر بخاری مسلم کی شرط پر صحیح بتایا ہے۔ اور امام ذہبیؒ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ (آخری)

دیوار گرنے پر جب دوبارہ کھودوائی تو ایک قدم ظاہر ہوا شبہ ہوا کہ یہ نبوی قدم ہے تو عروہ نے کہا نہیں یہ تو فاروقی قدم ہے۔ نبوی قدم نہیں۔ یہ واقعہ ۸۱ھ کا ہے اور فاروق رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں شہید ہوئے آپ کا یہ قدم ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ تک محفوظ پایا گیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبوی قدم کے ساتھ فاروقی قدم بھی محفوظ سمجھا گیا تھا۔ اور قدم کی سالمیت سارے جسم کی سالمیت پر دال ہے۔

اور صحیح بخاری پارہ ۵ ص ۶۹۶ میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کو ایک شہید احد کے ہمراہ دفن کیا گیا تو انہوں نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد وہاں سے نکال کر دوسری جگہ علیحدہ دفن کیا تو اس کی لاش صحیح سالم تھی۔ مؤطا امام مالک ۲۶/۲ میں ہے کہ عمرو اور عبداللہ رضی اللہ عنہما دونوں کو ایک ساتھ دفن کیا گیا۔ تو بہتے ہوئے نالہ کا ان کی قبروں پر اثر ہوا تو دیکھنے پر معلوم ہوا کہ دونوں سالم ہیں یہ واقعہ دفن سے ۴۶ سال بعد کا ہے۔ اور سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ چشمہ بہہ کر نکلا تو ان کی قبروں پر اثر ہوا تو انہیں نکال کر دیکھنے پر معلوم ہوا۔ کہ دونوں سالم محفوظ ہیں اور یہ واقعہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا ہے۔

ان ہر سہ میں سالوں کا اختلاف ہے۔ فتح الباری میں ان کی تطبیق ملاحظہ کی جائے ۔۔۔ مؤطا کا بیان بلاغ ہے۔ اور سیرت کا بیان شیوخ کا جن کا کوئی پتہ نہیں بخاری کا بیان قابل ترجیح ہے اور مطلب حاصل ہے بہر حال جسم کی حفاظت اور سالمیت۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تو لازم ہے اتفاقی نہیں اور دوسروں کے لئے اتفاق ہے لازم نہیں یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ پاک کا سچا نبی ہے۔ اس کی ہڈیاں کیسے ہوئیں قابل غور ہے اور عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت جو قصہ مشہور ہے اس کی تفصیل میں آیات للسائلین کی دوسری اشاعت میں مزید اضافوں کے ساتھ شائع کر چکا ہوں۔

صحیح بخاری میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم بیئر اریس میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے اور میں اس کے دروازہ پر بطور محافظ کھڑا تھا۔ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اسے جنت کی بشارت سنا کر داخلہ کی اجازت دی تو وہ بھی اس میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اسے بھی جنت کی بشارت سنا کر داخلہ کی اجازت دی تو وہ بھی اس میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اسے بھی جنت کی بشارت سنا کر داخلہ کی اجازت دی تو وہ بھی اس میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اسے بھی جنت کی بشارت سنا کر داخلہ کی اجازت دی تو وہ سامنے بیٹھ گئے۔ کنواں میں نہیں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد سعید بن مسیب نے یہ حدیث سناتے وقت فرمایا کہ اس سے ان کی قبروں کی کیفیت صاف طور پر ظاہر ہے فاولتھا قبورھم اور کہ فادلت ذالک انتبا ذ قبرہ من قبورھم عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر ان سے علیحدہ بقیع میں ہے۔

اور اخبار مدینہ میں سعید بن مسیب سے مروی ہے۔ کہ ان قبور الثلاثۃ فی صفۃ بیت عائشۃ وھناک موضع قبر یدفن فیہ عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان ہر سہ قبروں کی کیفیت سے صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کے لئے جگہ خالی ہے۔

حافظ صاحب نے فتح الباری میں اس پر فرمایا ہے کہ المراد اجتماع الصاحبین مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدفن والفراد عثمان عنہم فی البقیع۔ حجرہ نبویہ میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آپ کے ساتھ صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر فاروق رضی اللہ عنہ مدفون ہوں گے۔ —— اور عثمان رضی اللہ عنہ ان سے علیحدہ بقیع غرقد میں مدفون ہوں گے اور ایسا ہی ہوا۔

یہ واقع جیسے کہ یہاں بیان ہوا ہے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو پیش آیا دیگر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقع محافظانہ رنگ میں زید بن ارقم رضی

اللہ عنہ کو بھی پیش آیا (بیہقی) اور نیز یہ واقعہ بلال کو بھی پیش آیا (طبرانی) یہ واقعہ بار بار اس لئے ہوا کہ بات پختہ ہو کر طے ہو جائے۔

ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں قاسم سے مروی ہے۔ کہ دخلت علی عائشہ فقلت یا امہ اکشفی لی عن قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فکشفت لی عن ثلاثۃ قبور الحدیث میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفوں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں دکھاؤ تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ ہر سہ قبریں اپنے مکان میں دکھائیں۔

سوال } صحیح بخاری میں ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنا قاصد روانہ فرمایا کہ مجھے اپنے حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت دی جائے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ میرا خیال تھا۔ کہ میں خود بھی اس میں دفن ہو جاؤں لیکن میں انہیں اجازت دیتی ہوں کہ وہ مدفون ہوں میں نہیں رواہ ابن ابی شیبۃ اگر عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جگہ طے ہو چکی ہوئی تھی۔ تو پھر اجازت کی کیا ضرورت تھی۔

جواب } اجازت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ارادہ سے دست بردار ہوں میں تو اپنی جگہ پر مدفون ہوں گا۔ اور

وہ دوسری جگہ پر مدفون ہو گی میری جگہ پر نہیں مگر اسے حجاب ہے تو وہ کیونکر پورا ہوگا

مشکوٰۃ ص ۱۵۴ میں بحوالہ مسند امام احمد اس سے مروی ہے کہ کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ وانی لواضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ ما دخلت الا وانی مشدودۃ علی ثیابی حیاءً من عمر قال الحافظ واخرجہ ابن سعد وغیرہ کہ میرے حجرہ میں ایک تو میرا شوہر تھا دوسرا میرا باپ

تھا۔ تو پردہ نہیں کیا پھر عمر رضی اللہ عنہ وہاں پر دفن ہوئے تو پھر میں پردہ کیساتھ داخل ہوتی تھی۔ حافظ صاحب نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ امتنع علیہا الدفن هنالک لمکان عمر لکونہ اجنبیا بخلاف ربیہا وزوجہا شوہر اور باپ سے تو پردہ نہیں کیا پھر فاروق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے داخل نہیں ہوتی تھی کہ وہ اجنبی ہے صحیح بخاری میں ہے کہ انہا اوصت عبد اللہ بن الزبیر الا تدفنی معہم وادفنی مع صواحبی بالبقیع لا ازکی بہ ابدًا اور ابن شیبہ میں ہے کہ قالت عائشۃ لما حضرتہا الوفاۃ ادفنونی مع ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانی کنت احدثت بعدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ مجھے بقیع میں دفن کیا جائے انکے ساتھ نہیں

صحیح بخاری پارہ ۱۴ ص ۳۷ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وضع علی سریرہ فتکنفہ الناس یدعون ویصلون قبل ان یرفع وانا فیہم فلم یرعنی الا رجل اخذ منکبی فاذا ہو علی فترحم علی عمر وقال ما خلفت احدًا احب الی ان القی اللہ بمثل عملہ منک وایم اللہ ان کنت لاظن ان یجعلک اللہ مع صاحبیک وحسبت انی کنت کثیرًا اسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذہبت انا وابوبکر وعمر ودخلت انا وابوبکر وعمر وخرجت انا وابوبکر وعمر۔ جب فاروق رضی اللہ عنہ کی لوگوں نے چارپائی اٹھائی کہ اسے حجرہ نبویہ میں دفن کریں۔ تو میں نے بھی اسے کندھا دیا اور علی رضی اللہ عنہ کو یوں کہتے سنا۔ کہ آپ جیسا پاکباز اب کوئی نظر نہیں آتا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر سنا کرتا تھا۔ کہ میں ہم ۱ اور ابوبکر ہم ۲ میں اور میں ابوبکر وعمر ہیں اور میں ۳ اور ابوبکر وعمر ہر موقع پر اپنے ساتھ ان دونو کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ان بزرگوں کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی یہ شہادت ہے اور حجرہ نبویہ میں دفن ہو رہے ہیں۔ اور اب ساتھ ہیں۔ اور سب مسلمان بالاتفاق آپ کے ساتھ اس شہادت میں شامل ہیں پھر اب نزاع کیسے

مشکل الآثار جلد ۲ ص ۹۸ میں عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور میں ام سلمہ اور ابوہریرہ اور ابوسعید اور عبد اللہ بن زید ازنی اور عبد اللہ بن زید خطمی اور جابر رضی اللہ عنہم سے مرفوعًا مروی ہے۔ کہ ما بین قبری و

منبری علی روضۃ من ریاض الجنۃ اور جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں قبری کی جگہ بیتی آیا ہے میرے گھر یا کہ میری قبر سے میرے منبر تک جو جگہ ہے وہ جنت کی ایک جگہ ہے اور در منثور میں بحوالہ بیہقی جابر رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما بین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ ۔ امام طحاوی نے فرمایا ہے کہ وفی ھذا الحدیث معنی یجب ان یوقف علیہ ھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ علی ما فی اکثر الاثار وعلی ما فی سواہ منہا ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ فکان تصحیحہا یجب بہ ان یکون البیت ھو قبرہ ویکون ذالک علامۃ من علامات النبوۃ جلیلۃ القدر ولان اللہ عزوجل قد اخفی علی کل نفس سواہ الارض التی یموت بہا لقولہ عزوجل وما تدری نفس بای ارض تموت فاعلمہ الموضع الذی یموت فیہ والموضع الذی فیہ قبرہ حتی علم بذالک فی حیاتہ وحتی اعلمہ من اعلمہ من امتہ فھذہ منزلۃ لا منزلۃ فوقہا زادہ اللہ تعالی شرفا وخیراً ۔ اس حدیث کے بعض طریقوں میں قبری کا لفظ اور بعض میں بیتی کا لفظ آیا ہے ۔ اور دونوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ آپ کی قبر آپ کے گھر میں مقدر تھی جس کا آپ کو اپنی زندگی میں علم دیا گیا تھا ۔ اور آپ نے اپنے صحابہ کرام کو اس کا پتہ بتا دیا تھا ۔ اور یہ ایک بہت بڑا شرف و اعزاز ہے ۔ جو دوسروں کو نہیں دیا گیا ۔ کہ ان کی بابت صاف ارشاد ہے ۔ کہ کسی کو اللہ پاک کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی کہ وہ کہاں مرے گا اور کہاں اس کی قبر ہو گی ۔ جیسے کہ سورہ لقمان میں ہے ۔

صحیح بخاری پارہ ۴ اور صحیح مسلم میں جلد ۱ میں یہ روایت بالفاظ ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ عبد اللہ بن زید مازنی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے مرفوعاً مروی ہے اور حافظ صاحب نے فتح الباری میں فرمایا ہے ۔ کہ وقع فی حدیث سعد بن ابی وقاص عند البزار رجالہ ثقات

وعند الطبرانی من حدیث ابن عمر بلفظ القبر فعلی ھذا المراد بالبیت فی قولہ بیتی احد بیوتہ لا کلھا وھو بیت عائشۃ الذی صار فیہ قبرہ وقد ورد الحدیث بلفظ مابین المنبر وبیت عائشۃ روضۃ من ریاض الجنۃ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط۔ بزار میں سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیت کی جگہ قبر مرفوعاً مروی ہے بلکہ طبرانی میں مرفوعاً مروی ہے۔ بلکہ طبرانی میں مرفوعاً یوں مروی ہے۔ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے جس میں میری قبر ہوگی منبر تک جگہ مثل جنت ہے۔

امام نووی اور علامہ عینی نے طبری سے نقل فرمایا ہے۔ کہ المراد ببیتی ھنا قولان بیت سے مراد قبر بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ زید بن اسلم نے فرمایا ہے۔ اور یوں مروی بھی ہے۔ کہ قبری ومنبری اور بیت سے مراد آپ کی رہائش گاہ بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ مروی ہے کہ مابین حجرتی ومنبری اور طبری نے کہا ہے۔ کہ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے لان قبرہ فی حجرتہ وھی بیتہ آپ کا گھر اور حجرہ اور قبر سب کا ایک ہی مطلب ہے۔

وفاء صفحہ ۳۰۴ جلد ۱ میں طبری سے منقول ہے۔ کہ واذا کان قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ اتفقت معانی الروایات ولم یکن بینھا خلاف جب آپ کی قبر آپ کے گھر میں ہوئی تو تمام روایات میں تطبیق ہو کر ایک بات پر اتفاق ہو گیا کوئی اختلاف نہ رہا۔

مشارق الانوار کے ترجمہ تحفۃ الاخیار میں اس حدیث پر یوں فائدہ دیا ہے کہ بعض روایت میں گھر ہے اور بعض میں حجرہ اور بعض قبر سو یہ تینوں کا ایک مطلب ہے۔ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں حضرت اکثر رہتے تھے اور وہاں ہی دفن ہوئے حضرت کی قبر اور منبر کے درمیان چند گز کا فرق ہے یعنی اس قدر مکان بہشت میں رکھا جاویگا۔ اور وہاں کی عبادت اور دعا بہت مقبول ہے۔ اس کی برکت سے بہشت ملے گی۔ مدینہ میں اب معمول ہے کہ وہاں

اکثر لوگ خاص کر نماز پڑھتے اور دُعا مانگتے ہیں"

اعلام } وفاء الوفاء جلد ۱ ص ۳۰۳ میں ہے۔ کہ وفی الصحیحین حدیث ابن عمر ما بین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری مسلم میں مروی ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے۔ وہ جنت کی ہے۔ بخاری مسلم میں جو روایت ہے اس میں بیت کا لفظ ہے۔ قبر کا لفظ مجھے دونوں کتابوں میں دستیاب نہیں ہوا۔ بخاری مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ پاک نے اطلاع دی ہے۔ کہ کہ آپ کا وقت پورا ہو چکا ہے۔ اگر کچھ اور زندگی مطلوب ہے۔ تو دی جا سکتی ہے ورنہ تیاری کرو۔ معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا کہ یا معاذ انک عسیٰ ان لا تلقانی بعد عامی هذا ولعلک ان تمر بمسجدی هذا وقبری فبکی معاذ لفراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث عزاہ الحافظ الهیثمی فی مجمع الزوائد الی احمد آئندہ سال تو مجھے نہیں دیکھے گا۔ اور تیرا گزر میری اس مسجد اور قبر کے ساتھ ہوگا۔ تو معاذ رضی اللہ عنہ یہ سُن کر رو پڑے۔

بخاری مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ (مذکورہ) تخییر ہر ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی آخری مرض الموت میں دی جاتی رہی ہے۔ اس اصل پر مجھے بھی دی گئی ہے۔ لہذا تیار ہوں بلکہ اس سے پیشتر حجۃ الوداع میں اپنے اللہ پاک سے اطلاع پا کر اعلان فرمایا کہ آئندہ سال حج کے موقع پر میری اس دنیا سے رخصتی ہو جائے گی۔

اس لیے اس حج کا نام حجۃ الوداع ٹھہرا کر آپ نے لوگوں کو یہ فرما کر رخصت فرمایا تھا۔ پھر آپ مدینہ پہونچکر بیمار ہوئے۔ تو آپ نے جیسے کہ

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ اپنی بیویوں سے اجازت طلب فرمائی۔ کہ میں عائشہ کے گھر میں رہونگا۔ تو ان سب نے اجازت دیدی صلی اللہ علیہ وسلم و رضی عنہن اس سے صاف ظاہر ہے کہ دفن کے لئے آپ نے یہی جگہ پسند فرمائی اور یہی اللہ پاک کو منظور تھا۔ لہذا یہ خیال کہ یہ جگہ صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے تجویز کی غلط ہے۔ یہ الٰہی فیصلہ ہو چکا ہوا تھا۔ جس کی تعمیل کی گئی۔

سوال} رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ قبروں میں مساجد تعمیر نہ ہوں اور کہ مساجد میں قبور نہ ہوں۔ اور کہ ان میں نماز نہ پڑھی جائے۔ مگر مسجد میں صاحب مسجد کی قبر بنادی گئی۔ حالانکہ یہ ضابطہ شرعیہ کے خلاف ہے

جواب} امام ابن تیمیہؒ نے اقتضاء الصراط میں مسند ابو یعلی سے نقل فرمایا ہے۔ کہ علی بن حسین نے اپنے باپ حسین سے روایت کی ہے۔ کہ میرے باپ علی رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا ہے کہ لاتتخذوا قبری عیداً الحدیث میری قبر پہ میلہ نہ لگایا جائے ورواہ المقدس فی مستخرجہ وسعید بن منصور فی سننہ وابن ابی شیبہ فی مصنفہ اور یہ ہر سہ کہ روایتیں مرسل ہیں ابوداؤد باب زیارۃ القبور میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ لا تجعلوا قبری عیداً الحدیث میری قبر پہ میلہ نہ لگایا جائے اور جامع صغیر میں بحوالہ عبدالرزاق یوں ہے لاتتخذوا بیتی عیداً میرے گھر پر جس میں قبر ہے میلہ نہ لگایا جائے۔

مؤطا امام مالک ابن ابی شیبہ ۱۴۱ط میں ہے کہ انہ قال اللھم لاتجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔ خدایا میری قبر کو بت نہ بنایا جائے جن قوموں نے اپنے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبروں کو مساجد بنایا ہے ان پر اللہ کا غضب ٹوٹ پڑا ہے مراد

اس سے یہودی اور عیسائی ہیں جیسے کہ بخاری مسلم میں مرفوعاً مروی ہے۔ یحذر ما صنعوا کہ آپ نے اپنی امت کو اس سے روکا ہے۔ اللہ پاک نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی ہے۔ اب اس کا کوئی خدشہ نہیں۔

جواب ۲ } قبر گھر میں بنائی گئی ہے مسجد میں نہیں۔ پھر جب بعد اس کی توسیع ہوئی تو وہ اس کے احاطہ میں آگئی ہے اور حکم پہلی بات پر نافذ ہے دوسری پر نہیں۔

جواب ۳ } امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں یوں باب تجویز فرمایا ہے کہ باب من صلی و قدامہ تنور او نار او شیٔ مما یعبد فاراد بہ وجہ اللہ عزوجل۔ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے آگے تنور چولھا یا کہ بھٹہ یا کوئی کارخانہ جس میں آگ جلائی جاتی ہے یا کہ چاند سورج تارے بت اور تصاویر مجسمے یا کوئی دیگر چیز جس کی پوجا کی جاتی ہے اور نمازی صرف اللہ پاک کی طرف سے متوجہ ہے۔ ان کی طرف ہرگز نہیں۔ تو کوئی حرج نہیں۔ بیت اللہ میں صف چاروں طرف سے گول ہوتی ہے جس سے ایک دوسرے کی طرف سجدہ ہوتا ہے۔ بلکہ خود بیت اللہ بھی مسجود لہ نہیں اللہ پاک ہی مسجود لہ ہے۔ اسی طرح امام کے پیچھے اس کے مقتدی کا سجدہ اس کے قدموں میں ہوتا ہے۔ یا کہ سترہ آگے رکھ لیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کی طرف سجدہ ہو سکے۔ تو

---

۱ تعمیر مسجد کے وقت اس کا قبلہ شمال کی طرف تھا اور اس کے جنوب میں آخر پر مکان تعمیر ہوئے پھر تحویل قبلہ کے وقت وہ صورت پیدا ہوئی جس کا اس وقت مشاہدہ ہو رہا ہے فتح الباری صفحہ ۴۲۸ پارہ ۵ میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ مرفوعاً مروی ہے کہ لعن الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد قالت ولولا ذلک لابرز قبرہ غیر انی اخشی ان یتخذ مسجدا۔ حافظ صاحب نے اس پر فرمایا ہے کہ ھذا قالتہ عائشہ قبل ان یوسع المسجد النبوی ولھذا لما وسع المسجد جعلت حجرتھا مثلثۃ الشکل محددۃ حتی لا یتأتی لاحد ان یصلی الی جھۃ القبر مع استقبال القبلۃ۔ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایسی مثلث شکل بنا دی گئی ہے کہ قبلہ رخ ہو کر اس کی طرف سجدہ کا کوئی امکان ہی نہیں۔

ایسی صورتوں میں کوئی حرج نہیں کہ سجدہ اللہ پاک کو کیا جاتا ہے
مجمع الزوائد جلد ۶ صفحہ ۲۳ میں بحوالہ مسند احمد ابویعلی بزار (طبرانی) ورجالہ الجمیع ثقات علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسجد حرام میں داخل ہوا تو آپ نے فرمایا۔ کہ تو بیٹھ میں تیرے اوپر چڑھ کر اوپر سے بتوں کو اتاروں جب آپ میرے اوپر چڑھے تو میں آپ کو لے کر اُٹھ نہ سکا تو آپ نے فرمایا کہ میں بیٹھتا ہوں تو چڑھ جب میں چڑھا تو آپ مجھے لے کر کھڑے ہوگئے تو میں نے اوپر سے بت کو نیچے پھینک دیا۔ تو وہ ٹوٹ گیا پھر ہم دونوں مسجد سے باہر ہوکر گلی میں داخل ہوگئے۔ کہ کوئی دیکھ کر حملہ نہ کردے۔ یہ ہجرت سے پیشتر کا واقعہ ہے۔

آجکل جہاں پر حنفی مصلّٰی ہے وہاں پر اگر کوئی قبلہ رُخ ہو کر نماز پڑھے۔ تو اس کی پشت بیت المقدس کی طرف ہوگی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے جہاں پر آج کل حنبلی مصلی ہے کہ قبلہ اور بیت المقدس دونوں طرف رُخ ہو جاتا ہے۔ خانہ کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ مگر وہ انکی نماز میں روک نہیں ہو سکتے۔ کہ آپ کے پیش نظر اللہ پاک کی ذات گرامی ہے۔ بت نہیں۔

ابن ابی شیبہ بخاری مسلم ترمذی ابن جریر ابن منذر ابن مردویہ طبرانی بیہقی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب (فتح مکہ کے موقع پر) بیت اللہ کا طواف کیا۔ تو حول البیت (اسکے ارد گرد اور (علی الکعبۃ) اس کے اوپر بُت تھے جن کی تعداد تین صد ساٹھ تھی۔ اور فتح الباری پارہ ۱۵ صفحہ ۳۲ میں مستخرج ابو نعیم سے منقول ہے کہ الحطیم کانت فیہ اصنام قریش۔ حطیم میں بھی قریش بُت رکھے ہوئے تھے۔ آپ طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرتے تو اپنی لاٹھی سے انہیں گراتے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے جاتے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل)، فتح مکہ تک خانہ کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ مگر آپ نماز ادا کرتے رہے

کہ اللہ پاک پیش نظر ہے بت نہیں۔

جواب ۵ } سنن ابن ماجہ اور مسند عبدالرزاق میں ہے کہ یدفن فی مسجدہ[1] وہ اپنی مسجد میں دفن ہوں اور ابن ابی حاتم میں ہے۔ کہ ندفنہ حیث کان یصلی[2] فی مقامہ وہ جہاں کھڑے ہو کر نماز پڑھایا کرتے تھے۔ وہاں پر دفن ہوں۔ اور موطا امام مالکؒ میں ہے کہ یدفن عند[3] المنبر وہ اپنے منبر کے پاس دفن ہوں۔ یہ ہرسہ خیالات ایک دوسرے کے قریب ہیں جن کو میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ اچھا تو کیا جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ رائے تھی کیا ان کا یہ خیال تھا۔ کہ یہاں قبر بنا کر آئندہ کے لئے یہاں نماز چھوڑ دی جائے گی۔ یا کہ یہ خیال تھا کہ نماز بدستور ہوتی رہے گی۔ صورت[1] کا تو کوئی خیال نہیں صورت[2] پیش نظر ہے۔ تو پھر امام بخاریؒ کا مسلک ہی درست ہوا کہ دریں صورت دل میں اللہ پاک کا استحضار ہے اور کچھ نہیں۔ صحیح بخاری وغیرہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھتے اور میں آپ کے آگے جنازہ کی طرح لیٹی ہوتی۔ اور ضمیر میں اللہ پاک ہی مسجود لہ ہے اور کوئی نہیں تو پھر کوئی حرج نہیں۔

صحیح بخاری پارہ[2] ص۲۰ میں امام بخاری نے معلقاً اور آپ کے استاد ابو نعیم نے اپنی کتاب الصلوٰۃ میں موصولاً بیان فرمایا ہے کہ رائے عمر بن الخطاب انس بن مالک یصلی عند قبر فقال القبر القبر ولم یامرہ بالاعادۃ۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کسی قبر کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ قبر کی طرف متوجہ ہو کر نماز سے احتیاط کیا کرو۔ اور اسے نماز دوہرانیکا ارشاد نہیں فرمایا۔ خط کشیدہ بیان امام صاحب کا استدلال ہے جو کہ قابل قدر ہے۔

بقیع غرقد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید اور نماز استسقاء اور نماز جنازہ ہرسہ اداء فرمایا کرتے تھے اور شادی شدہ زانیوں کو رجم بھی یہاں ہی ہوا کرتا تھا۔

اور مراسیل ابوداؤد میں ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر اسے جھاڑو دلواکر صاف بھی کرایا جاتا تھا۔

یہ مدینہ منورہ کا قبرستان ہے جس میں صحابہ کرام اور اہلِ بیت نبوت مدفون ہیں۔

حافظ صاحب نے فتح الباری پارہ ۲ صـ ۲۶۳ میں امام خطابی سے نقل فرمایا ہے کہ دفن الموتیٰ فی البیوت فلیس بشیئ فقد دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ الذی کان یسکنہ ایام حیاتہ. کسی کا اپنے گھر میں مدفون ہونا شرعاً کوئی منع نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رہائشی مکان میں مدفون ہوئے تھے۔ اس لئے یہ کوئی منع نہیں۔

درمنثور میں بحوالہ طبرانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وان بین الحجر الی الرکن الیمانی لقبور من قبور الانبیاء کان النبی منہم علیہم السلام اذا اذاہ قومہ خرج من بین اظہرہم فعبد فیہا حتی یموت. حجر سے رکن یمانی تک کئی ایک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبریں ہیں. جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام طواف کرتے فوت ہوئے وہ یہاں پر ہی مدفون ہوئے۔

درمنثور جلد ۱ صـ ۱۳۶ میں بحوالہ ازرقی جندی احمد ابن جریر ابن ابی حاتم ابن عساکر عبدالرحمٰن بن سابط سے مرسلاً مروی ہے کہ کان النبی من الانبیاء اذا اہلک قومہ فنجا ہو والصالحون معہ اتاہا من معہ فیعبدون اللہ حتی یموتوا فیہا وان قبر نوح وہود وشعیب وصالح بین زمزم والرکن والمقام. ان ہر سہ مقاموں میں کئی ایک نبیوں کی قبریں ہیں. جو کہ حج کے لئے یہاں پر تشریف لائے اور یہاں ہی فوت ہوئے۔ اور یہاں ہی وہ مدفون ہوئے. درمنثور جلد ۱ صـ ۱۳۶ میں محمد بن سابط سے مرسلاً مروی ہے کہ کان النبی من الانبیاء اذا اہلکت امتہ لحق بمکۃ فیتعبد فیہا ومن معہ حتی یموت فمات بہا نوح وہود وصالح وشعیب علیہم السلام وقبورہم بین زمزم والحجر اور مستدرک حاکم ج ۲ صـ ۶۹۳ میں عبدالرحمان

بن سابط سے مروی ہے کہ ہم تھلک امتہ الالحق بنیہا بمکہ فنیعیاں فیہا حتی یموت وان قبر ھود بین الحجر وزمزم۔

درمنثور میں بحوالہ ازرقی مقاتل (تابعی) سے مروی ہے کہ فی المسجد الحرام بین زمزم والرکن قبر سبعین بنیاً منہم ھود[۱] وصالح[۲] واسماعیل[۳] وقبر آدم[۴] وابراھیم[۵] واسحاق[۶] ویعقوب[۷] ویوسف[۸] فی بیت المقدس ۳؎۔ ھود صالح اسماعیل ہر سہ زمزم اور رکن کے درمیان مدفون ہیں۔

بمبر ۳ تو مقامی ہے یہاں فوت ہوئے یہاں ہی دفن ہوئے اور بمبر ۱ و ۲ حج کے لئے تشریف لائے۔ تو یہاں فوت ہوئے اور یہاں ہی دفن بھی ہوئے بمبر ۴ و ۷ و ۸ میں ذہول ہے اور بمبر ۵ و ۶ و ۷ بیت المقدس میں مدفون ہیں درمنثور جلد ۱ ص ۱۳۳ میں بحوالہ ازرقی بیہقی عبد اللہ بن ضمرہ سے مروی ہے (ما بین المقام الی الرکن الی بیئر زمزم الی قبر سبعۃ وسبعین بنیاً جاؤا حاجین فماتوا فقبروا ھنالک۔ اور کہ ص ۲۳ میں بحوالہ طبقات ابن سعد ابو الجہم سے مروی ہے کہ (توفی اسماعیل بعد ابیہ فدفن داخل الحجر مما یلی الکعبۃ مع امہ ھاجر اور جامع صغیر میں بحوالہ کنی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ ان قبر اسماعیل فی الحجر: اور کہ آثار محمد ص ۱۹۱ میں ہے۔ کہ اخبرانا ابو حنیفۃ قال حدثنا سالم الافطس (ابن عجلان من الطبقۃ السادسۃ) قال ما نبی الا ھرب من قومہ الی الکعبۃ یعبد ربہا وان حولہا القبر ثلاث مائۃ نبی۔ بقول سالم تین صد ۳۰۰ کے قریب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خانہ کعبہ کے قرب و جوار میں مدفون ہیں جو کہ اپنی اپنی قوموں کے تباہی کے بعد یہاں پہونچکر قیام کیا اور اللہ پاک کی عبادت اور تبلیغ و اشاعت کرتے فوت ہوئے۔

نیز آثار میں ہے۔ کہ اخبرنا ابو حنیفہ قال حدثنا عطاء بن السائب (من الطبقۃ الخامسۃ) قال قبر ھود وصالح وشعیب فی المسجد الحرام بقول عطا ھود وصالح شعیب ہر سہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مسجد

۱؎ ۲؎ ص ۲۷ پر ہے۔

حرام میں مدفون ہیں۔ مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۲۹۷ میں بحوالہ بزار اور جامع الصغیر میں بحوالہ طبرانی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ فی المسجد الخیف قبر سبعین نبیاً مسجد خیف میں ستر نبیوں کی قبریں ہیں۔ ورجال البزار ثقات

اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۳ میں بحوالہ کنی حاکم عائشہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ان قبر اسماعیل فی الحجر۔ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام حجر حطیم میں مدفون ہیں۔

اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۵۶ میں ہے کہ الاذرعی ان مرقد اسماعیل علیہ السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم۔ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر حطیم کے پاس ہے۔

اور یوں بھی فرمایا ہے کہ ان صورت قبر اسماعیل علیہ السلام وغیرہ مندرسۃ ایکی و نیز دیگر قبروں کا حرم شریف میں اب کوئی مرئی نشان نہیں۔

یہ اس لیے کہ ان کی امتوں کا کوئی پتہ نہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جس وسعت کے ساتھ اور قیامت تک اس کا دامن پھیلا ہوا ہے روضہ مبارک کا بے نشان ہونا قطعاً ناممکن ہے یہ ایسا ہی بقاء ہے۔ جیسے کہ آپ کی نبوت کا قیامت تک بقاء ہے اللھم صل علیہ وسلم دائماً ابداً ما دامت السموات والارض واجعلنی من اتباعہ وخدامہ وارزقنی شفاعتہ یوم القیامۃ (آمین)

۱؎ ان کی قبر مسجد خیف میں بتائی گئی ہے۔ جیسے کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ (اثری)

۲؎ مستدرک صفحہ ۵۹۵ جلد ۲ میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر یمن میں ہے (اثری)

معصوم بچوں کا جنازہ شرعاً ثابت ہے

ترمذی ابن ماجہ میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ الطفل یصلی علیہ بچہ پر بھی جنازہ پڑھا جائے۔

اور ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ صلوا علی اطفالکم فانھم من افراطکم بچوں پر بھی جنازہ پڑھا کرو۔ کہ وہ تمہارے میر ساماں ہوں گے۔

صحیح بخاری ترجمۃ الباب میں حسن سے معلقاً اور کتاب الجنائز عبدالوہاب میں موصولاً مروی ہے۔ کہ یقرأ علی الطفل بفاتحۃ الکتاب ویقول اللھم اجعلہ لنا فرطاً وسلفاً واجراً اور طحاوی معانی الآثار جلد ۱ ص ۲۹۲ میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ادعوا لابویہ ان یجعلہ لھما فرطاً وسلفاً بچہ کے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی جائے اور اس کے والدین کے لئے دعائے مغفرت کی جائے اور کہ اللہ پاک اسے ان کے لئے فرط بنائے۔ جامع سفیان میں ہے۔ کہ اللھم اجعلہ لنا سلفاً واجعلہ لنا فرطاً واجعلہ لنا اجراً (تلخیص حبیر) نیز سنن کبریٰ بیہقی میں ہے کہ اللھم اجعلہ لنا فرطاً وسلفاً واجراً (تلخیص) خدایا اسے اپنے ماں باپ کے لئے سلف اور فرط بنادے۔

مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۳۶۳ میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ والسقط یصلی علیہ ویدعی لوالدیہ بالعافیۃ والرحمۃ اور ابوداؤد طیالسی ص ۹۶ اور ابن ابی شیبہ اور سنن کبریٰ بیہقی جلد ۴ ص ۸ میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ السقط یصلی علیہ ویدعی لوالدیہ بالمغفرۃ والرحمۃ اور جمع الفوائد جلد میں بحوالہ رزین عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یصلی علی السقط ویدعی لوالدیہ بالمغفرۃ والرحمۃ۔ بچہ کا جنازہ پڑھا جائے۔ مگر ہاں مغفرت اس کے

والدین کے لئے مطلوب ہوگی۔ اس کے لئے نہیں کہ وہ معصوم بے گناہ ہے

اعلام } خط کشیدہ الفاظ پر نصب الرایہ میں ترمذی کا اور تحفۃ الاحوذی میں ابو داؤد کا حوالہ دیا ہے۔ مگر مجھے ان دونوں میں یہ الفاظ دستیاب نہیں

ہوئے علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں مستغفری سے نقل فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی بچہ کے جنازہ پر یہ دعاء پڑھا کرو کہ اللھم اجعلہ لابویہ سلفا واجعلہ لھما نورا وسدادا واعقب والدیہ الجنۃ انک علی کل شیئ قدیر: خدایا اس بچہ کو اپنے والدین کا فرط اور سلف بنا اور انہیں اس کی وجہ سے جنت عطا فرما۔ ابن ابی شیبہ ۱۲ میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بچہ کے جنازہ کی بابت پوچھا گیا تو اپنے فرمایا کہ اگرچہ وہ معصوم ہے۔ گناہ گار نہیں تاہم جنازہ مناسب ہے کہ شریعت کی ہدایت ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے اس کی بابت پوچھا گیا تو اپنے فرمایا کہ اس پر تو کوئی گناہ نہیں کہ استغفار کی جائے ہل ادعوا اللہ لوالدیہ ان یجعلہ لھما فرطا واجرا ونحوہ اس کے والدین کے لئے دعاء کی جائے کہ اللہ پاک اسے ان کے لئے اجر کا باعث بنائے۔

اور ہدایہ میں ہے۔ کہ ولا یستغفر للصبی ولکن یقول اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا وذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا۔ بچہ مرفوع القلم اور معصوم ہے۔ اس کا کوئی گناہ نہیں لہذا استغفار کی ضرورت نہیں

حافظ صاحب نے ہدایہ جلد ۵ ص ۳۱ میں ابویعلی سے باسند نقل فرمایا ہے کہ عن ابن ابی اوفی قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابنہ وصلیت خلفہ وکبر علیہ اربعا۔ رسول اللہ علیہ وسلم کا فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ اٹھارہ ماہ کا ہو کر فوت تو اپنے اس کا جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا اور

ہیں اس جنازہ میں شامل تھا۔ اور بحوالہ ابن عساکر علی رضی اللہ عنہ کا بیان درج فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہلایا اور کفنایا اور لوگوں کے ہمراہ اسے اٹھا کر لے گئے اور دفن فرمایا۔

ضروری ہے۔ کہ آپ نے وضوء استقبال قبلہ اور تکبیر تحریمہ و دیگر تکبیرات اور کانوں تک ہاتھ اٹھا کر باندھے ہوں گے۔ اور سلام پھیر کر خارج ہوئے ایسے امور کے مجموعہ کا نام نماز جنازہ ہے اگر یہ نہیں تو کوئی جنازہ نہیں۔ سنن کبریٰ بیہقی جلد ۴ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کان یصلی علی المنفوس الذی لم یعمل خطیئۃ قط ویقول اللھم اجعلہ لنا سلفا وفرطا وذخرا وہ بچہ کے جنازہ پر دعا پڑھا کرتے تھے۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ الصلی علی المنفوس الذی لم یعمل خطیئۃ قط قال قد صلی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان مغفورا لہ بمنزلۃ من لم یعص اللہ عزوجل۔ یہ بے گناہ بچہ ہے اس پر جنازہ کیسے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھا گیا تھا۔ حالانکہ آپ بھی اسی طرح معصوم بے گناہ تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بچہ کے جنازہ میں وضوء بھی کیا ہوگا اور آپ امام اور دوسرے مقتدی ہوں گے اور تکبیر تحریمہ پڑھی ہوگی۔ اور ہاتھ اٹھا کر باندھے ہوں گے۔ اور سورہ فاتحہ پڑھی ہوگی۔ اور درود شریف بھی اس دعا کے ساتھ پڑھا ہوگا۔ اور دیگر تکبیرات بھی پڑھی ہوں اور دائیں بائیں سلام بھی پھیرا ہوگا۔ اگر یہ سب کچھ کیا ہے تو پھر آپ نے اس جنازہ کو جنازہ نبویہ کی طرح بتا کر آپ کے شرعیہ جنازہ کا اعتراف فرمایا ہے اب دونوں کے لئے استغفار کا تو دین اسلام میں کوئی ذکر تک بھی نہیں۔ مجمع الزوائد جلد ۳ میں بحوالہ ابو یعلی انس رضی اللہ عنہ سے اور

بحوالہ بزار طبرانی ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اور کنز العمال ص۱۵ جلد ۸ میں بحوالہ ابن عساکر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اور ہدایہ ص۲۱ جلد ۵ میں بحوالہ ابو یعلی عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا تھا۔ ضرور ہے کہ آپ نے اس میں ان سب امور کو انجام دیا جن کا ذکر کر آیا ہوں۔

سوال موطا امام مالک ص۲۲۷ اور ابن ابی شیبہ ص۱۲۴ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے ایک معصوم بچہ کا جنازہ پڑھایا۔ جس میں اس کے لئے عذاب قبر سے پناہ طلب کی کیا بچہ کو بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔

جواب تنویر الحوالک میں امام سیوطیؒ نے اس کے کئی ایک جواب دیئے ہیں مگر میں خاموش ہوں کہ بات عالم برزخ کی ہے اور روایت بھی موقوف ہے مرفوع نہیں۔

۔ مجمع الزوائد جلد ۳ ص۴۷ میں بحوالہ طبرانی ابو ایوب اور انس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ ضمہ ضغطہ قبر یا بچوں پر بھی ہوتا ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ پر ہوا (طبرانی احمد نسائی) اور زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم و رضی اللہ عنہما پر بھی ہوا (طبرانی) یہ عذاب نہیں۔

وفا ص۸۶ ج۲ میں ابن شیبہ سے مرفوعاً منقول ہے۔ کہ ما اعفی احد من ضغطة القبر الا فاطمة بنت اسد قیل یا رسول اللہ ولا القاسم قال ولا ابراهیم وکان ابراهیم اصغرهما ضغطہ تو قاسم اور ابراہیم رضی اللہ عنہما پر بھی ہوا ہے۔ اور یہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بچہ کے جنازہ پر تشریف لائے۔ تو آپ سے یوں کہا گیا۔ کہ طوبی لهذا عصفور من عصافیر الجنة لم يعمل

السوٴولم یلد کہ یہ جنت کی چڑیا ہے۔ کہ اس نے کوئی بڑا کام نہیں کیا۔ بلکہ اس تک پہنچا بھی نہیں تو آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا تو یہ عالم آخرت کی بات ہے۔ جنازہ سے متعلق نہیں۔

ہاں بالغ بچوں سے سوال ہوتا ہے۔ جیسے کہ سنن شاہیں میں ارشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے والغلام اذا عقل فیقولون له اذا سالوک من ربک فقل اللہ ربی وما ذا دینک فقل الاسلام دینی ومن نبیک فقل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فتح الباری پارہ [۵] میں ہے کہ والظاهر ان ذالک لا یمتنع فی حق الممیز دون غیرہ بچہ اگر اتنا ہے کہ اسے تمیز ہے تو اسے بقدر امتیاز کچھ ہوتا ہے۔ ورنہ نہیں اور فتح الربانی میں شوافع سے منقول ہے کہ وجزم غیر واحد من الشافعیۃ بانہ لا یسئل غیر ممیز کو کوئی پوچھ نہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر دس [۱۰] سال کی تھی اور حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں ہوا اور وہ آپ کے ساتھ ہے اور یوں کہہ رہا ہے کہ ما تعد ونا الا صبیانا الحدیث رواہ مسلم اور عائشہ صدیقہ[۱] اور ابو ہریرہ[۲] اور عبد الرحمان بن عوف[۳] اور ابو قتادہ[۴] انصاری رضی اللہ عنہم سے جو دعا مرفوعاً مروی ہے۔ اس میں صغیرنا وکبیرنا بھی مروی ہے جس سے مراد بڑوں کی نسبت چھوٹے ہیں۔ نابالغ ہرگز مراد نہیں چنانچہ موٴخر الذکر[۴] کا خود اپنا بیان ہے۔ کہ جس جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھا تھا۔ اس میں بھی موجود تھا۔ وانا اصغر القوم اور میں ان سب سے چھوٹا تھا۔ اور سنہ ۵۴ھ میں ستر سال کا ہو کر فوت ہوا ہے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اسوقت کس عمر میں تھا۔

امام طحاوی نے مشکل الآثار جلد [۱] صفحہ [۲۴] میں اس بات کو بیان فرما کر یہ سوال اٹھایا ہے۔ اور پھر اس کے کئی ایک جواب دیئے ہیں۔ مگر مجھے یہ پسند ہے ہاں تو قبر میں عورتوں سے بھی سوال ہوتا ہے جیسے کہ بیہقی میں عائشہ رضی اللہ

عنہا سے مرفوعاً مروی ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بابت اس باب میں کچھ بھی بیان نہیں ہاں قیاساً عرض کرتا ہوں کہ ہر زمانہ میں اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت اس کے معاصر امتوں کو سوال ہوا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت سب امتوں سے قیامت تک سوال ہوتا رہے گا۔ کہ حاکم ہیں۔ صاحب نبوت کو قبر میں کوئی سوال نہیں ہوتا کہ وہ خود اصل ہے اور فتح الربانی جلد ۸ میں ہے کہ والظاہر انہ لا یسئل صاحب نبوت سے قبر میں کوئی سوال نہیں ہوتا۔

فتح الباری پارہ ۵ اور فتح الربانی پارہ ۱۰۵ میں بیان کیا ہے۔ کہ حکیم ترمذی نے نوادر میں حدیث نبوی ان ھذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا کی بنا پر فرمایا ہے کہ سابقہ امتوں کو اپنے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت کوئی سوال نہیں ہوا۔ اور کہ حافظ ابن قیم نے فرمایا ہے۔ کہ لیس فی الاحادیث ما ینفی المسألۃ عمن تقدم من الامم وانما اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ بکیفیۃ امتحانہم فی القبور لا انہ نفی ذالک عن غیرھم قال والذی یظھر ان کل نبی مع امتہ کذالک فتعذب کفارھم فی قبورھم بعد سوالہم واقامۃ الحجۃ علیہم کما یعذبون فی الاخرۃ بعد السوال واقامۃ الحجۃ" سابقہ امتوں سے قبروں میں سوالات کی بابت رسول اللہ علیہ وسلم نے کوئی انکار نہیں فرمایا۔ لہٰذا انہیں بھی اپنے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بابت سوال ہوا۔ جیسے ان سے ان کی بابت قیامت کے دن سوال ہوگا۔

میرے خیال میں یہ مسلک بالکل ٹھیک ہے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جو کہ بخاری مسلم میں مروی ہے۔ کہ ایک یہودیہ عورت نے عذاب قبر کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے سُن کر فرمایا۔ کہ عذاب قبر حق ہے شاید اس عورت نے توراۃ شریفہ میں پڑھا سُنا ہوگا۔ جس کی رسول اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی اس میں سوال وجواب وغیرہ سب کچھ آجاتا ہے!

در منثور ص۲ میں بحوالہ مسند امام احمد وھب سے مروی ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبر کی وحشت اور ضیق اور وسعت کو جنین سے تشبیہہ دے کر ذکر فرمایا ہے۔ یہاں پر شہید[1] کے جنازہ پر بھی ایک بحث ہے چونکہ وہ قابل تفصیل اور موجب تطویل ہے اس لئے میں اسے چھوڑتا ہوں ہاں مختصر طور پر اتنا عرض کر دیتا ہوں۔ کہ اس کا جنازہ نہیں تو اس کا غسل بھی نہیں جیسے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مرفوعاً مروی ہے کہ لم یغسلوا ولم یصل علیہم شہدائے اُحد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل نہیں دلوایا اور ان کی نماز جنازہ بھی ادا نہیں فرمائی

اور مسند امام احمد میں جابر رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی قتلی احد لا تغسلوھم فان کل جرح او کل دم یفوح مسکاً یوم القیامۃ ولم یصل علیہم۔ جنگ اُحد کے موقع پر آپ نے فرمایا کہ ان شہیدوں کو نہ تو غسل دیا جائے۔ اور پھر ان کی نماز جنازہ بھی آپ نے نہیں پڑھائی۔ اور فرمایا۔ کہ قیامت کے دن یہ لوگ اسی طرح پر خون سے لتھڑے ہوئے کھڑے ہوں گے۔ اور کستوری سے بڑھ کر مہک ہوگی بچہ کو غسل دیا گیا ہے تو جنازہ بھی ضرور پڑھایا گیا ہے۔ اس کی شرعاً کوئی روک تھام مروی نہیں۔ امام شافعیؒ نے کتاب الام جلد ۱ ص۲۳۸ میں فرمایا ہے کہ کل ھولاء یغسل ویصلی علیہ لان الغسل والصلوٰۃ سنۃ من بنی آدم لا یخرج منھا الا من ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل دیا جائے گا اس کا جنازہ بھی ضرور پڑھا جائے گا۔ ایک کو سرانجام دیا جائے اور دوسرے کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ یہ دونو کام آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہو کر اب تک مسـ

[1] بر صفحہ ۸۶

نہیں بلکہ قیامت تک جاری ساری ہیں اور رہیں گے۔

محرم فوت شدہ کی بابت صحاح ستہ میں نبوی ارشاد ہے۔ کہ اسے غسل دیکر خوشبو سے احتیاط کی جائے۔ اور اس کی دو چادروں میں اسے کفن دیکر سر ننگا رہنے دیا جائے۔ اس حدیث کے جملہ طرق میں کسی طریقہ میں بھی جنازہ کا حکم مروی نہیں اور نہ یہ کہ اپنے اس کا جنازہ پڑھا تھا اور نہ یہ کہ صحابہ کرام نے اس کا جنازہ پڑھا تھا۔ مگر سب امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ کہ جنازہ ضرور پڑھا گیا۔ کہ اس کا ثبوت اصل شریعت میں موجود ہے اسکی کوئی تخصیص نہیں۔ حافظ صاحب نے فتح الباری پارہ ۵ صفحہ ۶۵ میں فرمایا ہے کہ واعترب القرطبی فحکی عن الشافعی ان المحرم لا یصلی علیہ بابت محرم امام قرطبی رح نے امام شافعی رح سے ایک نادر بات نقل فرمائی ہے کہ محرم کا جنازہ نہیں اور یہ بات نادر ہونے کے ساتھ امام شافعی رح سے بھی مروی نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے جنازہ پر سب کا اتفاق ہے۔ اور ثبوت وہی کہ اصل اسلام میں جنازہ ہے۔ بس کافی ہے میں کہتا ہوں۔ کہ امام شافعی رح سے بھی جنازہ ثابت ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا

لہ شہید سے وہ مراد ہے جو کہ کفار کے ہاتھوں معرکہ قتال میں قتل ہوا ہے۔ اگر مجروح ہو کر واپس ہو لیا اور پھر کسی وقت مر لیا یا کہ یوں ہی اسے کسی کافر نے مار دیا ہے جیسے کہ فاروق رضی اللہ عنہ کا قتل وقوع میں آیا اور غسل اور جنازہ دونوں کام ہوئے یا کہ غرق ہے یا کہ حریق ہے یا کہ مطعون ہے۔ یا کہ مبطون یا کہ صاحب ہدم یا کہ ذات الجنب یا کہ دردزہ میں موت ہے تو ایسے تمام شہیدوں کے لئے غسل اور جنازہ بدستور ہے اول الذکر کی بابت ترمذی ابن ماجہ میں یوں بھی مرفوعاً وارد ہوا ہے۔ کہ یغفر لہ فی اول دفعۃ من دمہ اور ویجار من عذاب القبر۔ اول قطرہ خون گرنے پر اس کی ان گناہوں سے مغفرت ہو جاتی ہے۔ جو کہ اللہ پاک کی ذات گرامی سے متعلق ہوں اور عذاب قبر سے بھی بچایا جاتا ہے۔

اور نسائی میں یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ شہید کو کیوں عذاب قبر نہیں ہوتا۔ فرمایا۔ کہ کفی ببارقۃ السیوف علی راسہ فتنۃ اس کے سر پر جو تلوار کی چمک ہے بس وہی کافی ہے۔ (از ع)

ہے۔ کہ جسے غسل دیا جائیگا۔ اس کا جنازہ بھی ضرور پڑھا جائیگا۔ جیسے کہ آئندہ آرہا ہے۔

محرم کے غسل کا نبوی ارشاد ہے تو اس کا جنازہ بھی ضرور ہوا ہے اسی طرح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا ہے تو جنازہ بھی پڑھا گیا ہے یہاں پر امام شافعی رح سے یہ بھی منقول ہے۔ کہ ولو قال قائل یغسلون ولا یصلی علیھم ما کانت الحجۃ علیہ الا ان یقال لہ ترکت بعض الحدیث واخذت ببعض اگر کسی نے یوں کہا کہ غسل دیا جائیگا اور نماز نہیں پڑھی جائے گی تو اسے ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ شریعت کی بعض باتوں کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا۔ جو کہ افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض (بقرہ) کا مصداق ہے یا پھر اسے یہ بتانا پڑے گا۔ کہ فما العلۃ التی فرقت فیھا بین ھؤلاء اس تفریق کا اصل باعث کیا ہے کہ غسل دیا جائے اور جنازہ نہ پڑھا جائے۔ یہ تفریق صاحب نبوت کا کام ہے کسی دوسرے کا ہرگز نہیں لہذا جب تک نبوی نص صریح بسند صحیح پیش نہ کی جائے گی۔ اپنے پاس سے تفریق ہرگز درست نہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تغسیل اور تکفین ہوتی ہے۔ تو نماز جنازہ بھی ضرور باضابطہ ہوئی ہے کسی حدیث میں بھی اس ضابطہ شرعیہ کا خلاف ثابت نہیں بلکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا باضابطہ شرعیہ نماز جنازہ کا بیان میں کر آیا ہوں۔ اور دوسری طرف کی مرویات ضعیفہ کو میں نے آخری زیارت پر محمول کیا ہے۔ انکار نہیں کیا۔

امام بیہقی رح نے اپنی سنن کبریٰ میں یہ باب تجویز فرمایا ہے کہ باب وجوب العمل فی الجنائز من الغسل والتکفین والصلوٰۃ والدفن حتی یقوم بذالک من فیہ کفایۃ: فوت شدہ اہل اسلام کا غسل وکفن ہے اور نماز جنازہ

اور دفن لازم ہے اتنے مسلمانوں کا ہونا بھی ضروری ہے کہ یہ کام بخوبی سر انجام دیا جاسکے کہ یہ فرض کفایہ پھر موصوف نے اس باب میں اپنی سند سے وہی نبوی حدیث بیان فرمائی جیسے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی سند سے بیان فرمایا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر اتنے[۱] حقوق ہیں جن میں ایک نماز جنازہ بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصل میں سے معرکہ قتال میں شہید کے علاوہ اور کسی کو بھی خارج نہیں فرمایا۔ بلکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس میں بالاوّل داخل ہیں کہ سب سے پہلا جنازہ اسلام میں، نبی علیہ الصلوٰۃ وسلم کا ہوا ہے۔ جیسے سب پچھلوں کے لیے بطور نمونہ ٹھرایا گیا ہے۔ ہاں بچوں اور نبیوں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے جنازوں میں اپنے لئے استغفار تو بدستور رہے۔ مگر ان کے لئے نہیں کہ وہ معصوم ہیں جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح ص۱۸۳ ج۱ ۶۹۹ پارہ ۵ میں فرمایا ہے کہ سماھا صلوٰۃ اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کا نام نماز رکھا ہے اور اس کے لئے وضو شرط ٹھرایا ہے لا یصلی الا طاھرا[۲] اور پانی کی موجودگی میں تیمم درست نہیں وعند الجنازۃ یطلب الماء ولا یتیمم[۳] اور استقبال قبلہ کو بھی شرط ٹھرایا فاستقبل القبلۃ اور تکبیر تحریمہ کو بھی شرط

---

[۱] چھینک مار کر الحمد للہ کہے تو اس کا جواب یرحمک اللہ اور السلام علیکم کا جواب[۲] وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اور اجابت دعوت[۳] اور عیادت مریض[۴] اور نماز جنازہ[۵] نمبر ۱ و نمبر ۲ کا میں شروع میں ذکر کر آیا ہوں اور اجابت دعوت[۳] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کی بھی ہے اور اسے قبول بھی فرمایا ہے اور نمبر ۴ عیادت مریض آپ نے بیمار پرسی کی بھی ہے اور آپ کی بھی بیمار پرسی کی گئی ہے جیسے کہ کتب احادیث سے ظاہر ہے اور نمبر ۵ جنازہ آپ پڑھتے بھی رہے اور آپکا بھی پڑھا گیا یہ پانچوں کا اسلامی کام ہیں جنکا سلسلہ قیامت تک ممتد رہے۔ ۔ مارٹنا

کھڑا ہونا ہے[4] فاستقبل القبلۃ اور تکبیر تحریمہ بھی شرط ہے[5] التکبیرۃ الواحدۃ استفتاح الصلوٰۃ اور دیگر تکبیرات بھی ہیں وفیھا تکبیر اور کانوں یا کندھوں تک ہاتھ اٹھانا بھی ہے ویرفع یدیہ اور ہاتھ باندھنا بھی ہے۔ اور امام کا آگے کھڑا ہونا اور مقتدیوں کا صف بندی سے اس کے پیچھے کھڑا ہونا بھی ہے۔ وفیہ صفوف[9] وامام[10] مدونہ[11] امام مالک رح میں آپکا اور آپ کے متاخرین اور زیر اثر ذی علموں کا مذہب بتایا ہے کہ نماز جنازہ جمعہ کی طرح باجماعت لازم ہے۔ اکیلے اکیلے نہیں اگر بغیر امام جنازہ پڑھا ہے تو اسے کالعدم سمجھ کر دہرایا جائے۔ اور قرأۃ فاتحہ[11] بھی ضروری ہے۔ قرأۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ اور کہ یقرأ علی الطفل بفاتحۃ الکتاب اور کوئی سورت بھی ملانا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھی ہے (کتب حدیث) اور اپنے اور میت کے لئے بلکہ سب زندہ مردہ مسلمانوں کے لئے دعا اور استغفار بھی ہے اور دائیں اور بائیں سلام پھیر کر فارغ ہونا بھی ہے[12] والتسلیم اور جب تک نماز میں ہے کسی سے بات چیت بھی نہیں[13] ولا یتکلم فیہا خط کشیدہ الفاظ سب صحیح بخاری سے منقول ہیں اور حافظ صاحب نے فتح الباری میں ان سب امور کا روایات نقل فرما کر ثبوت دیا ہے۔ اور جن کو میں نے اپنی طرف سے تحریر کیا ہے ان کا ثبوت بھی کتب حدیث میں موجود ہے الحاصل کہ یہ ایک نماز ہے۔ اس پر اس کے احکام مترتب ہیں۔ ہاں اس میں صرف رکوع و سجود نہیں۔ لیس فیہا رکوع ولا سجود (بخاری)

لہ چار ماہ کے بعد بچہ ساقط ہوا ہے تو اس کا غسل اور جنازہ ہے۔ کہ وہ اس وقت زندہ ہو کر مرا ہے۔ اور اگر اس سے پہلے ساقط ہوا ہے۔ تو اس کا غسل اور جنازہ دونوں نہیں کہ جان نہیں پڑی جیسے کہ احادیث نبویہ میں تصریح ہے (اثری)

مسلم شماری اور غزوہ تبوک[1] اور حجۃ الوداع[2] اور وفات

۱؎ غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا ہے اس میں ایک لاکھ کے قریب تعداد بتائی گئی ہے جیسے کہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۳ کے حاشیہ پر مرقوم ہے اور ۲؎ حج سنہ ۱۰ھ میں ہوا ہے فقدم المدینۃ بشر کثیر کلھم یلتمس ان یأتم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویعمل مثل عملہ اور کہ نظرت الی مد بصری بین یدیہ من راکب وماش وعن یمینہ مثل ذالک وعن یسارہ مثل ذالک ومن خلفہ مثل ذالک (مسلم) حد نگاہ تک بے شمار خدام تھے کہ انہوں نے آپکو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا ایک لاکھ چودہ ہزار بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار[1] تعداد بتائی گئی ہے جیسے کہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۴ کے حاشیہ پر مرقوم ہے اور ۳؎ یہ وفات کا موقع ہے جو کہ اس کے بعد سنہ ۱۱ھ میں ہوا ہے مسلمان بفضلہ تعالیٰ دور دور تک پھیلے ہوئے تھے اس حادثہ سے سب کو خبر نہیں ہوئی تاہم جن کو معلوم ہوا وہ خود بخود حاضر ہوئے کہ یہی اسلامی طریقہ نہیں اور لم یؤم الناس احد جو کہ روایات میں آیا ہے اس کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ منادی کیلئے کسی کو بھی نہیں بھیجا گیا بعض رواۃ نے اس کا ترجمہ یوں کر دیا ہے کہ امامت کے ساتھ جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا

مسجد نبوی[1] اور حجرہ نبویہ[2] کی ابتدائی پیمائش،

۱؎ کا ناپ جیسے کہ وفاء الوفاء میں درج ہے کہ مائۃ ذراع فی مائۃ جنوباً اور شمالاً ایک صد ذراع اور شرقاً اور غرباً ایک صد ذراع یعنی کہ ایک صد پچاس فٹ طول اور اتنا ہی اس کا عرض تھا جبکہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا تھا پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس کے خرچ لگا کر اسے عہد نبوی سے کچھ وسیع کیا تھا (ترمذی وغیرہ)

۱؎ بائیبل (یونہ) میں یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد بتائی گئی ہے اللہ پاک نے اس کی تصدیق فرما کر وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون (صافات) اشارۃً پیشگوئی فرمادی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں کی تعداد بھی اتنی ہی ہوگی۔ اور اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا (النصر) میں بھی ایسی کا ثبوت ہے جب وہ پوری ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ نعیت الی نفسی الحدیث رواہ احمد والطبرانی واصلہ فی البخاری ومسلم۔ میرا کام پورا ہو چکا ہے اب میں تیار ہوں اذا شرطیہ ماضی مضارع حال ہر سہ مواقع پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے۔ مگر جب اس کی جزا میں امر واقع ہوتا ہے تو وہ خالص استقبال ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے۔ مگر اس پر فا کا لانا ہی لازم ہو جاتا ہے جیسے کہ قرآن مجید کے طرز سے ظاہر ہے اس لئے ذیت نصر بھی پیشگوئی ہے۔ اور جو روایات میں اس کا نزول حجۃ الوداع کے موقع

باقی ص ۹۱ پر

ایک فرد کے لئے کوئی قانون نہیں۔ کہ اس سے قانون بے قانون ہو جاتا ہے۔ سفر کی وجہ سے جو نماز قصر ہو گی۔ تو وہ سب مسافروں کے لئے قانون ہے۔ ایک فرد کے لئے نہیں۔

بہر حال امام موصوف نے انفرادی نماز جنازہ کا قطعاً ذکر نہیں فرمایا۔ کہ یہ ان کے نزدیک بھی کوئی تخصیص نہیں۔ اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص حبیر میں ص ۲۷۹ سے ص ۲۹۰ تک امام رافعی سے خصائص کو نقل فرمایا ہے۔ پھر کسی کی کوئی وجہ بیان فرمائی اور کسی کو بے ثبوت ٹھہرایا مگر انفرادی نماز جنازہ کا دونوں نے ذکر نہیں فرمایا ہاں امام سیوطیؒ نے خصائص میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر اسے بے دلیل چھوڑ دیا۔

رجوع } میں نے خود بھی البیان المختار ص ۱۳ پر اسے ۱ خاصہ شمار کیا ہے۔ بلکہ وراثت ۲ کو بھی خاصہ شمار کیا ہے۔ جو کہ پرانے تقلیدی خیال کی بنا پر تھا۔ پھر اس کے بعد ۱ کی اس میں اور ۲ کی القضایا النقایا میں ٹھیک تعبیر کر دی ہے۔

آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ) کے نزول کے بعد جو کہ حجۃ الوداع ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ میں نازل ہوئی کوئی بات بھی نئی نازل نہیں ہوئی۔ اور یہ کام تو آپ کی وفات کے بعد ہوا ہے تکمیل دین کے بعد خواہ کوئی نئی بات بھی ہے۔ وہ جزو دین نہیں۔ تو یہ بات کیسے دین میں داخل ہو سکتی ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی ہوا ہے۔ وہ وہی ہوا ہے۔ جو کہ تکمیل سے پیشتر طے ہو چکا ہوا ہے۔ جیسے کہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ کوئی نئی بات قابل قبول نہیں من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد الحدیث رواہ البخاری ومسلم۔

بقیہ فہرست کتب

غلط الزاموں اور خلاف علم وعقل باتوں کو نکال کر قرآنی آیتوں اور نبوی حدیثوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب بیان کیا گیا ہے جو کہ ان کی شان کے لائق اور مسلمانوں کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ صفحات ۴۱۲ تقطیع ۱۸×۲۲/۸ قیمت سے/

القول المختار (فیما ورد فی النبی المختار): - اس میں اسی طرز پر محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم بابت خصوصیت سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ آپ معصوم ہیں کوئی الزام عائد نہیں گویا۔ البیان المختار کا دوسرا حصہ ہے۔ تقطیع ۱۸×۲۲/۸ عہ/

۱ - نظر جبیر من بصیر خبیر ۲/ ما اعترضوا کاجواب ۲/
۲ - زینتہ الصلوٰۃ (رفع الایدی فی) اثنا الصلوٰۃ ۱/
۳ - القول المحمود (فی) صلوٰۃ ابن مسعود ۱/
۴ - المال الزینتہ لناظر الزینۃ تتمہ ۲/
۵ - ایقاظ النیام (القرأۃ الفاتحہ) خلف الامام
۶ - الاتعاظ (باقی) الایقاظ ——
۷ - لوآر الاسلام لمکارم الاسلام —
۸ - البیان المستطاب فیمانی التشہد من) الندآء والخطاب، ۸/
۹ - قرع الاذنین لشرع الاذانین
۱۰ - خند داعسا (اربعین حدیثاً فیمن) لعیس منا
۱۱ - نظم القلادہ (من اربعین حدیثاً فیمن خرج من ذنوبہ مثل) یوم القلادہ ۲/
۱۲ - دعاآر الثبوت لدعار القنوت
۱۳ - احکام القطبہ لاحکام الخطبہ
۱۴ - تحقیق الحق بتحقیق المختلق
۱۵ - احقاق الحق باماحاق المقتلق
۱۶ - تسفیر العبس (عن) تفسیر سورہ عبس ۲/
۱۷ - خوان الذنوب (من اربعین حدیثاً لمن غفر) ما تقدم من الذنوب - ۲/
۱۸ - جمع الحسنات (فی) اربع عشرات
۱۹ - قلادۃ النحر (من ثلاثین حدیثاً لمن غفر ذنوبہ ولو کانت) مثل زبد البحر ۱/
۲۰ - الاجرالدایم للصائم والقائم ۱/
۲۱ - الخیر الجاری للسامع والقاری ۱/
۲۲ - نماز نبوی ۱/ پارہ رست وبادات ۳/
۲۳ - قطع الوتین من تبشیر الدین ۱/ بنام گورو اور تقبیس القرین ———
۲۴ - قطع الوتین (من) تبشیر الدین ۳/
۲۵ - القول السدید، ۲۶ - مسک العزا
۲۷ - دفع التجمیع عن مطیع لا یستطیع
۲۸ - الصلاح الفلاح فی النکاح لا السفاح

دیگر زیادات بعد میں ہوتی ہیں۔ آپ کے جنازہ پر یہ بھرپور تھی اور شاید کچھ نمازی باہر بھی ہوں گے۔ حاضری کی تعداد ابن دحیہ نے وکان المصلون ثلاثین الفا تیس ہزار بتائی ہے جیسے کہ تلخیص[1] کے حاشیہ پر بدر سے منقول ہے اس میں مرد اور عورتیں اور بچے مجموعی طور پر سب شمار ہیں۔ مگر عورتیں اور بچے جماعت جنازہ میں شامل نہیں جب پہلے آنیوالے مردوں سے مسجد بھر گئی۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھا دیا اور آخری زیارت بھی انہیں کرادی۔ اور جیسے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے فرمایا ہے۔ اگر علی رضی اللہ عنہ نے بھی جنازہ پڑھایا ہے۔ تو یہ دوسرا جنازہ باجماعت ہوا پھر نعش مبارک کو اٹھا کر قبر پر رکھدیا گیا تاکہ جو لوگ رہ گئے ہوں وہ دس دس بلکہ ایک طرف سے داخل ہوں اور درود و سلام کے ساتھ زیارت کرتے ہوئے دوسری طرف سے نکلتے جائیں تاکہ جلد فراغت ہو سکے اور عورتوں اور بچوں کو بھی اسی طرح پر موقع دیا گیا۔

یہ صورت بہر حال بہتر ہے۔ اور اگر وہی صورت قرار دی جائے جو کہ مشہور ہے کہ دس دس ہو کر اندر داخل ہوں اور جنازہ پڑھ کر نکلتے جائیں اور ہر عشرہ کو پانچ پانچ منٹ دیئے جائیں تو ہر ایک کو آدھا آدھا منٹ ملا اگرچہ مجموعی طور پر ہر ایک کو پانچ پانچ منٹ دستیاب ہوئے۔ تاہم اس طرح تیس

پر بتایا ہے تو وہ اس کی ولادت اور تشہیر پر محمول ہے کہ بحمد اللہ پیشگوئی پوری ہوئی جیسے کہ شاہ صاحب نے فوز کبیر میں ایسے نزول کو ولادت پر محمول فرمایا ہے۔ اور آیت صافات میں او یزیدون او بمعنی بل واقع ہوئے کہ بل یزیدون جیسے کہ آیت نحل میں وما امر الساعۃ الا کلمح البصر او ہو اقرب بمعنی بل وارد ہوا ہے کہ بل ہو اقرب منہ اور آیت نجم میں فکان قاب قوسین او ادنی بمعنی بل ادنی منہ وارد در سراج اثری)
[2] ابوداؤد کی حدیث توسیع مسجد ہم پر مشکوٰۃ کے حاشیہ پر ابن حجرؒ سے یوں منقول ہے کہ وسعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر عمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر اسے وسیع فرما دیا تھا (اثری)
[1] تلخیص کے حاشیہ پر بدر سے منقول ہے کہ کانوا یدخلون من ہذا الباب فیصلون علیہ ثم یخرجون من الباب الآخر: اور دیار بکری[؟] ۲۹۴ جلد ۲ میں ہے کہ ثم قلت فی طبقات ابن سعد بما یصرح بان الحجرۃ الشریفۃ کان لہا بابان فانہ روی من طریق عن ابی عسیم قال لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا کیف نصلی علیہ قالوا ادخلوا من ذا الباب ارسالا ارسالا فصلوا علیہ واخرجوا من الباب الآخر۔ الحجرہ نبویہ کے دو دروازے تھے ایک سے داخل ہوتے دوسرے سے نکلتے تھے۔ یہ حدیث میں شرح درج میں بحوالہ مسند امام احمد درج کر آیا ہوں (اثری)

ہزار کی حاضری دس دن اور دس گھنٹہ صرف ہوں گے۔ جو کہ کسی طرح پر بھی منطبق نہیں ہوں گے لہذا وہی صورت ٹھیک ہے جیسے میں نے پیش کیا ہے۔

سوال } بدایہ ص ۲۶۹ ء ۵ میں واقدی سے منقول ہے۔ کہ سوموار کو سورج ڈھلے منفردانہ جنازہ شروع ہو کر منگل سورج ڈھلے یعنی چوبیس گھنٹہ میں ختم ہوا

جواب } اتنی مخلوق اتنے تنگ وقت اور اتنی تنگ جگہ میں کیسے فارغ ہو سکتے ہیں۔ واقدی کا بیان غلط ہے۔ ہاں اگر باقاعدہ جنازہ کے بعد بچھڑے ہوئے لوگوں کو صورت مذکور پر درود و اسلام اور زیارت کا موقع دیا گیا۔ تو ٹھیک ہے جیسے کہ میں نے عرض کر دیا ہے

خصائص نبوّت

امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ جلد ۷ ص ۳۶ سے ص ۷۶ تک کچھ نبویہ خاصوں کو بیان فرمایا ہے۔ جن میں کچھ تو ایسے ہیں جن کو سب علمائے بالاتفاق تسلیم نہیں کرتے اور کچھ ایسے ہیں۔ جن میں امام صاحب کو ذہول ہوا ہے۔ جیسے کہ بلا ولی[1] اور بلا گواہی[2] اور بلا مہر[3] نکاح کا جواز جس کا شرعی کوئی ثبوت نہیں دیا صرف عدم ذکر کو عدم وقوع پر محمول فرمایا ہے۔ اور یہ عدم ذکر ان کے خیال مطابق ہے۔ ورنہ صحیح مسلم میں تعز... کا ذکر ہے۔ اور سیرت ابن ہشام میں ولی اور مہر کا ذکر ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زینب بنت جحش سے اس کے بھائی ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہما نے چار صد درہم مہر ٹھہرایا اور ولی بن کر نکاح کر دیا تھا اور بعض ایسے ہیں جن کی تخصیص نبوت کی وجہ سے ہے شخصیت کی وجہ سے نہیں سب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس میں شامل ہیں